تلخیص النحو

شرح اردو

هداية النحو

مفتی روح الامین

پسند فرمودہ

مولانا منظور احمد مینگل

استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

مُفتی روح الامین

پسند فرمودہ

مولانا منظور احمد مینگل

استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

نام کتاب .... تلخیص النحو

مؤلف .... مفتی روح الامین

کمپوزر .... عرفان انور

سنِ اشاعت .... 2005ء بمطابق ۱۴۲۶ھ

ناشر .... مکتبۃ الرازی، بنوری ٹاؤن، کراچی

جمع وترتیب .... مولانا عباس علی

باہتمام .... مولانا نوید انور

ملنے کے پتے

☆ ...... مکتبۃ الرازی، سلام مارکیٹ، بنوری ٹاؤن، کراچی

☆ ...... مکتبۃ الرازی، دارالعلوم، کورنگی، کراچی (برانچ)

☆ ...... قدیمی کتب خانہ کراچی

☆ ...... مکتبۃ البخاری، کراچی

☆ ...... ادارۃ الانور، کراچی

☆ ...... مکتبہ عمر فاروق، کراچی

☆ ...... مکتبہ فاروقیہ، کراچی

☆ ...... مکتبۃ السعید

☆ ...... مکتبہ رحمانیہ، لاہور

☆ ...... مکتبۂ عارفی، فیصل آباد

☆ ...... حافظ کتب خانہ، اکوڑہ خٹک، پشاور

فون: 0320-5015764

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

علم النحو کا مرتبہ ومقام محتاج تعارف نہیں۔اس کی اہمیت کے پیشِ نظر درس نظامی میں چار سال تک علم النحو پڑھایا جاتا ہے۔درس نظامی میں شامل کتب چونکہ درساً پڑھائی جاتی ہیں اس لئے مبتدی طلباء کے لئے ایسی کتب کا انتخاب کیا جاتا ہے جو جامعیت کے ساتھ ساتھ سہل اور مفید ہوں تا کہ تمام طلبہ اس سے استفادہ کرسکیں۔

درسِ نظامی میں شامل ''ھدایۃ النحو'' جامعیت وتسہیل سے از خود متصف ہے۔اگرچہ منتہی طلباء کے سامنے اس کی جامعیت وتسہیل واضح ہے لیکن مبتدی طلباء بسا اوقات مشکل کا شکار ہو جاتے ہیں۔اسی بات کے پیشِ نظر مفتی روح الامین سابق مدرس جامعہ فاروقیہ نے آسان ودلچسپ تسہیل لکھی،جس میں ہر فصل کی بنیادی ابحاث کو قواعد وفوائد کی صورت میں ذکر کیا اور پوری فصل کا خلاصہ بھی نکالا۔

امید ہے کہ مفتی صاحب کی محنت مبتدی طلباء کے لئے مفید ثابت ہوگی۔

منظور احمد مینگل

۱۱/۵/۱۴۲۶ھ۔

لابن القیم رحمہ اللہ

لو شق عن قلبی فری وسطہ
ذکرك والتوحید فی شطرہ

ترجمہ: اگر میرے دِل کو چیرا جائے تو دیکھنے والا یہ دیکھے گا کہ اس کے نِصف حصہ میں آپ کا ذکر ہے اور نصف حِصّہ میں توحید ہے (املاء الافہام)

صبا تو جا کے یہ کہیو مرے سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

بعد از خُدا بزرگ توئی قِصّہ مختصر

مقدمہ

خلاصہ

مقدمہ تین ابحاث پر مشتمل ہے (۱) علم نحو کی تعریف، موضوع، غرض (۲) کلمہ کی تعریف اور اقسام (۳)
کلام کی تعریف

(۱) علم نحو کی تعریف

علم نحو ایسے قوانین کا نام ہے جن کے ذریعے سے تین کلموں کے آخری احوال باعتبار معرب اور بنی ہونے کے معلوم کیے جائیں اور بعض کلمات کو بعض کے ساتھ ملانے کا طریقہ (بھی معلوم کیا جائے)۔

علم نحو کا موضوع

اس فن کا موضوع ہے: کلمہ اور کلام

اور محققین علماء کے نزدیک "اللفظ الموضوع من حيث الإعراب والبناء" ہے۔

علم نحو کی غرض وغایہ

کلامِ عرب میں ہونے والی لفظی غلطی سے ذہن کو بچانا، اس فن کی غرض ہے۔

(۲) بحث کلمہ

خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ اس میں کلمہ کی تعریف اور اس کی اقسام کی تعریفات، وجہ تسمیہ اور علامات ذکر کی ہے۔

تفصیل: کلمہ کی تعریف:

''کلمہ وہ لفظ ہے جو منفرد معنی کے لئے وضع کیا گیا ہو''۔

کلمہ کی تقسیم:

کلمہ کی تین قسمیں ہیں: اسم، فعل، حرف

وجہ حصر

کلمہ دو حال سے خالی نہیں کہ یہ اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہوگا یا نہیں اگر اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل نہ ہو تو وہ حرف ہے اگر اپنے معنی پر دلالت کرنے میں مستقل ہو تو پھر دو حال سے خالی نہیں، اسکا معنی تینوں زمانوں میں سے کسی زمانے کے ساتھ مقترن ہوگا یا نہیں، اگر مقترن ہو تو وہ فعل ہوگا اور اگر اس کا معنی مستقل ہو اور تین زمانوں میں سے کسی کے ساتھ متقرن نہ ہو، وہ اسم ہوگا۔

اسم کی تعریف

وہ کلمہ ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو حاصل ہونے والا ہو اس کی ذات میں اور نہ ملا ہوا ہو تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ۔

تینوں زمانوں سے مراد، ماضی، حال، استقبال ہے، جیسے رجل، علم۔

اسم کی علامات اور خواص

۱) جس سے خبر دینا صحیح ہو، یعنی محکوم علیہ ہونا۔

واضح رہے مخبر عنہ سے مراد محکوم علیہ ہونا ہے لہٰذا یہ فاعل اور نائب فاعل کو بھی شامل ہے جس کی وضاحت صاحبِ ھدایۃ النحو نے "ومعنی الاخبار عنه" الخ، عبارات کے ذریعے کی ہے۔

۲) مضاف ہونا، جیسے: غلام زید۔

۳) لام تعریف کا داخل ہونا، جیسے: الرّجل

۴) حرف جر کا داخل ہونا۔

۵) تنوین کا داخل ہونا، جیسے: بزیدٍ۔

۶) تثنیہ ہونا، جیسے: رجلانِ۔

۷) جمع ہونا، جیسے: رجالٌ، واضح رہے کہ فعل میں تثنیہ جیسے: ضربا اور جمع جیسے: ضربوا فاعل کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ نہ سمجھا جائے کہ فعل کا بھی تثنیہ اور جمع آسکتی ہے۔

۸) صفت ہونا، جیسے: "جاء نی رجل عالم"۔

۹) مصغّر ہونا، جیسے رُجَیل، رجل سے۔

۱۰) منادی ہونا، جیسے: یا زید۔

یہ سب مذکورہ علامات اسم کے خواص ہیں۔

اسم کی وجہ تسمیہ

چونکہ اسم کی اصلِ سموٌ ہے بایں طور کہ واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض شروع میں ہمزہ وصلی مکسور لایا گیا۔ پھر سین کو تخفیفاً ساکن کر دیا گیا تو "اسم" ہو گیا۔

اور "سموٌ" کے معنی بلند ہونا، پس یہ بھی اپنے دونوں قسموں (فعل، حرف) سے بلند ہوتا ہے بایں صورت کہ اسم مسند اور مسند الیہ دونوں واقع ہو سکتا ہے۔ بخلاف فعل اور حرف کے، یہ پوری تحقیق علماء بصرین کی ہے جو کہ راجح ہے۔

البتہ علماء کوفیین کے نزدیک اس کی اصل "وِسمٌ" ہے پس واؤ کو ہمزہ سے بدلا، جیسے: وِشاح سے اِشاح بنا ہے۔ اور "وسم" کے معنی علامت کے آتے ہیں۔ پس چونکہ اسم اپنے معنی مدلول و مسمّیٰ پر علامت ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا نام "اسم" رکھا گیا لیکن یہ قول مرجوح ہے۔

فعل کی تعریف

فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذاتِ خود دلالت کرے اور اس کا معنی تین زمانوں (ماضی، حال، استقبال) میں سے کسی ایک زمانے کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ جیسے: ضَرَبَ، یضرب، اِضرب۔

فعل کی علامات اور خواص

۱) جس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو، نہ کہ اس سے اور "اخبار بہٖ" کے معنی "فعل" کا محکوم بہ ہونا ہے۔ لہٰذا یہ

امر اور نہی کو بھی شامل ہوا۔

۲) قد کا داخل ہونا، جیسے: "قد أفلح من تزکیٰ" (الآية)

۳) سین کا داخل ہونا، جیسے: "کلا سیعلمون" (الآية)

۴) "سوف" کا داخل ہونا، جیسے: "کلا سوف تعلمون" (الآية)

۵) حرف جازمہ کا داخل ہونا، جیسے: "الم ترکیف فعل ربك بأصحاب الفیل" (الآية)

۶) ماضی اور مضارع کی طرف پھیرنا، جیسے: ضرب، یضرب۔

۷) امر ہونا، جیسے: "قُل اعوذ برب الناس"۔ (الآية)

۸) نہی ہونا، جیسے: یایها الذین امنولاتقربوا الزنا (الآية)

۹) ضمائر بارزہ مرفوعہ کا متصل ہونا، جیسے: ضربت۔

۱۰) تائے تانیث ساکنہ کا متصل ہونا، جیسے ضربت۔

۱۱) نون ثقیلہ اور خفیفہ کا متصل ہونا۔ جیسے: "تاللہ لاکیدن أصنا کم" (الآية)

یہ سب علامتیں فعل کے خاصے ہیں۔

فعل کی وجہ تسمیہ

فعل حقیقۃً نام تھا مصدر کا۔ جو کہ فعل کی اصل ہے تو اصل والا نام فرع (فعل نحوی) کو دیا گیا، اس کو "تسمیۃ الفرع باسم الأصل" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حرف کی تعریف

وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی خاص پر خود بخود دلالت نہ کرے، جیسے لفظ "من" کا خاص معنی ہے، ابتداء، یعنی کسی جگہ سے شروع کرنا یہ اسی وقت تک اس معنی خاص پر دلالت نہیں کرے گا جب تک خاص جگہ کا ذکر نہ کیا جائے۔ جیسے: "البصرة، یعنی "سرت من البصرة الی الکوفه". (میں چلا بصرے سے کوفہ تک)

حرف کی علامت

حرف کی پہلی علامت اور نشانی یہ ہے کہ نہ اس سے خبر دینا صحیح ہو اور نہ اس کے ساتھ خبر دینا صحیح ہو، یعنی

حرف نہ محکوم علیہ ہوتا ہے اور نہ محکوم بہ ہوتا ہے۔
دوسری علامت یہ ہے کہ اسماء اور افعال کی کسی علامت اور خاصہ کو قبول نہ کرتا ہو۔

فائدہ

کلام عرب میں حرف کے بہت سے فائدے ہیں۔
لہٰذا اس سے بحث کرنا بے کار نہیں ہے۔ مثلاً ایک فائدہ ربط کا ہوتا ہے اور یہ ربط کبھی دو اسموں میں ہوتا ہے جیسے: "زید فی الدار"، یا دو فعلوں میں جیسے: "أرید ان تضرب" یا ایک اسم اور فعل میں ہوتا ہے جیسے: "کتبت بالقلم" اس کے علاوہ بھی اس کے فوائد ہیں جن کا ذکر انشاء اللہ حرف کی بحث میں آئے گا۔

حرف کی وجہ تسمیہ

حرف کا معنی ہے طرف، یعنی کنارہ۔
چونکہ حرف بھی کلام کی ایک طرف میں واقع ہوتا ہے، اس لئے اس کا نام حرف رکھ دیا گیا۔ طرف میں واقع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اسم وفعل مقصود بالذات ہوتے ہیں یعنی مسند اور مسند الیہ ہوتے ہیں اسی طرح حرف مسند اور مسند الیہ واقع نہیں ہوتا۔

(۳) بحث کلام

اس بحث میں کلام کی تعریف اور تقسیم کا بیان ہے۔

کلام کی تعریف

کلام وہ لفظ ہے جو دو کلموں کو متضمن ہو اسناد کے ساتھ یعنی ایک کلمہ مسند اور دوسرا مسند الیہ۔
اسنادِ مذکور کا مطلب یہ ہے کہ دو کلموں میں سے ایک کلمے کی نسبت کرنا دوسرے کی طرف، اس طرح کہ وہ نسبت مخاطب کو پورا فائدہ دے کہ متکلم یا مخاطب کا اس پر چپ رہنا صحیح ہو، یعنی مخاطب کو خبر یا طلب کا فائدہ حاصل ہو جائے۔
جیسے: "زیدٌ قائمٌ" اور "قام زیدٌ"۔
پس معلوم ہوا کہ کلام ہمیشہ یا تو دو اسموں سے حاصل ہوگا۔ ایک مسند الیہ ہوگا اور دوسرا مسند، جیسے: "زیدٌ

قائمٌ"۔

''زید'' مسند الیہ (مبتداء) ہے اور ''قائم'' مسند اور خبر ہے اس کو جملہ اسمیہ کہتے ہیں۔ کیونکہ پہلا جزء اسم ہے۔

یا یہ کلام فعل (مسند) اور فاعل (مسند الیہ) سے مرکب ہوگا جیسے "قام زیدٌ" اس کو جملہ فعلیہ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا پہلا جزء فعل ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ کلام (جملہ) کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جملہ اسمیۃ، (۲) جملہ فعلیہ، ہر ایک کی تعریف عبارت بالا کے ضمن میں آ گئی اس لئے کہ مسند اور مسند الیہ دونوں اکٹھے ان دونوں جملوں کے علاوہ نہیں پائے جاتے۔ یعنی یہ دونوں کلام کے لئے ضروری ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: سوال یہ ہے کہ تمہارا حصر کا دعویٰ کرنا (کہ کلام صرف دو صورتوں یعنی دو اسموں یا فعل اور اسم سے مرکب ہوتا ہے) غلط ہے کیونکہ ''یا زید'' جو کہ حرف اور اسم سے مرکب ہے، بالاتفاق کلام ہے۔

جواب: جواب یہ ہے کہ حرف نداء قائم مقام ''ادعوا یا اطلب'' فعل کے ہے کیونکہ ''یا زید'' کی اصل عبارت، ''ادعو زیداً'' یا ''اطلب زیداً'' ہے اور یہ (ادعو، اطلب) دونوں فعل ہیں۔ پس حقیقت میں یہ فعل اور اسم سے مرکب ہے۔

مقدمے کا خلاصہ نقشے کی صورت میں

موضوع علم النحو

الکلمۃ
- الاسم، جیسے: رجل
- الفعل، جیسے: قام
- الحرف، جیسے: مِن

الکلام
- اسمین، جیسے: زیدٌ قائمٌ
- اسم وفعل، جیسے: قَامَ زیدٌ
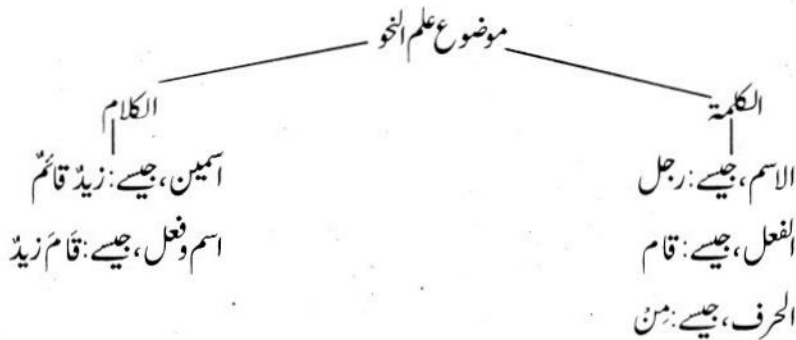
یہاں مقدمہ ختم ہوا۔

فصل اول

خلاصہ

اس فصل کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں تین ابحاث کا ذکر ہے ہر ایک بحث کا خلاصہ اس کے شروع میں ذکر کیا جائے گا۔

بحث اول

یہ چھ امور ایک فائدہ نحو یہ پر مشتمل ہے۔

(۱) اسم کی دو قسمیں ہیں معرب بنی۔

ا: اسم معرب کی تعریف

ہر وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہہ نہ ہو، مبنی اصل کل تین ہیں، حرف، امر حاضر معروف، فعل ماضی، زیدٌ "قام زیدٌ"، میں معرب ہے اس لئے کہ عامل کے ساتھ مرکب بھی ہے اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہیں۔ البتہ اگر "زید" اکیلا ہو تو غیر مرکب ہونے کی وجہ سے مبنی ہوگا۔

اس طرح "قام ھؤلاء" میں "ھؤلاء" معرب نہیں مبنی ہے، اس لئے کہ یہ مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہے۔

معرب کا دوسرا نام اسم متمکن ہے۔

(۲) اسم معرب کا حکم یہ ہے کہ جس کا آخر عوامل کے اختلاف کی وجہ سے تبدیل ہوتا رہتا ہے یہ تبدیل ہونا عام ہے خواہ لفظی ہو، جیسے: جاء نی زیدٌ، رأیت زیداً، مررت بزید خواہ تقدیری ہو جیسے: جاء نی موسیٰ، رأیت موسیٰ، مررت موسیٰ۔

(۳) اعراب کی تعریف

اعراب وہ حرف یا حرکت ہے جس کی وجہ سے معرب کا آخر مختلف ہو جیسے: ضمہ، فتحہ، کسرہ، یہ اعراب بالحرکت کی مثالیں ہے اور واؤ "الف" یا، یہ اعراب بالحرف کی مثالیں ہیں۔

واضح رہے کہ ضمہ، فتحہ، کسرہ جب تا کے ساتھ ہو تو معرب مبنی دونوں کے اعراب پر بولے جاتے ہیں، ضم، فتح کسر (بغیر تا کے) مبنی کے اعراب پر بولے جاتے ہیں۔ البتہ رفع ''نصب'' جر معرب کے اعراب کے لئے بولے جاتے ہیں۔

(۴) اسم کے اعراب کی قسمیں

اسم کے اعراب کی تین قسمیں ہیں، رفع، نصب، جر، رفع فاعلیت کے لئے اور نصب مفعولیت کے لئے اور جر مضاف إلیہ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

(۵) عامل کی تعریف

عامل وہ ہے جس کی وجہ سے رفع یا نصب یا جر آئے۔

(٦) محل اعراب کی تعریف

محل اعراب سے مراد کلمے کا حرفِ اُخیر ہے۔

مثال

جیسے: ''قام زیدٌ'' پس ''قام عامل'' ہے۔ زیدٌ معرب ہے اور ضمہ اعراب ہے اور دال محل اعراب ہے۔

فائدہ نحویہ

کلام عرب میں سوائے اسم متمکن اور فعل مضارع (جب کہ نونِ تاکید اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو) معرب نہیں۔ پس اسماء میں سے اسم متمکن اور افعال میں فعل مضارع معرب ہے باقی سارے مبنی ہیں۔

بحث دوم

خلاصہ

اس بحث میں اسماء متمکنہ کی باعتبار اعراب کے اقسام کا ذکر ہے۔ درمیان میں چھٹی قسم کے بعد دو قاعدوں کا ذکر ہے۔

تفصیل

اعراب کی نو قسمیں ہیں اور جن کو اعراب دیا جاتا ہے یعنی اسمائے متمکنہ ان کی سولہ قسمیں ہیں۔

(۱) اعراب کی پہلی قسم

رفع ضمہ کے ساتھ نصب فتحہ کے ساتھ اور جر کسرہ کے ساتھ یہ اسماء متمکنہ کی تین قسموں کو شامل ہے۔(۱) مفرد منصرف صحیح (۲) مفرد منصرف جاری مجر‌ای صحیح (۳) جمع مکسر منصرف۔

صحیح نحاۃ کے نزدیک وہ ہوتا ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو۔

جاری مجری صحیح وہ ہوتا ہے جس کے آخر میں واؤ یا یاء ہو ماقبل ساکن ہو، جیسے دَلوٌ، ظبیٌ۔

مثالیں: ''جاء نی زید، ودلوٌ وظبی ورجالٌ'' (حالت رفعی میں) ''رأیت زیداً ودلواً وظبیًا ورجالاً'' (حالت نصبی میں) ''مررت بزید ودلو وظبی ورجالٍ'' (حالت جری میں)

(۲) دوسری قسم

حالت رفعی ضمہ کے ساتھ نصب اور جر کسرہ کے ساتھ اور یہ قسم جمع مؤنث سالم کو دی گئی ہے جیسے: ''هُنَّ مسلماتٌ'' (حالت رفعی میں) ''رأیت مسلمات'' (حالت نصبی میں) ''مررت بمسلمات'' (حالت جری میں)

(۳) تیسری قسم

حالت رفع ضمہ کے ساتھ نصب اور جر فتحہ کے ساتھ، یہ غیر منصرف کے ساتھ مختص ہے جیسے: ''جاء نی عمر، رأیت عمر، مررت بعمر''۔

(۴) چوتھی قسم

حالت رفعی واؤ کے ساتھ، حالت نصبی الف، حالت جری یاء کے ساتھ یہ قسم اسماء ستہ مکبرہ (بشرطیکہ یاء متکلم کے علاوہ کسی اور اسم کی طرف مضاف ہو)

اور اسماء ستہ مکبرہ یہ ہیں: اُخٌ، ابٌ، هنٌ، حمٌ، فمٌ اور ذومال جیسے: ''جائنی أخوك، ورأیت

أخاك، مررت بأخيك"۔

باقی اسماء بھی اسی طرح ہیں۔

(۵) پانچویں قسم

رفع الف کے ساتھ اور نصب وجر "یاء" ماقبل مفتوح کے ساتھ۔

یہ اسماء متمکنہ کی مندرجہ ذیل تین اقسام کے ساتھ مختص ہے۔

(۱) تثنیہ حقیقی، جیسے: رجُلانِ

(۲) تثنیہ معنوی، جیسے: کلا اور کلتا (بشرطیکہ ضمیر کی طرف مضاف ہوں)

(۳) تثنیہ صوری، جیسے: اثنان، اثنتان۔

جیسے: "جاء نی رجلان، وكلاهما وكلتا هما واثنان واثنتان ورأيت رجلين وكليهما وكلتيهما، واثنين واثنتين، ومررت برجلين وكليهما وكلتيهما واثنين واثنتين۔

(۶) چھٹی قسم

رفع "واؤ" ماقبل مضموم کے ساتھ اور نصب وجر "یا" ماقبل مکسور کے ساتھ یہ اعراب مندرجہ ذیل اسماء متمکنہ کی قسموں کو دیا گیا ہے۔

۱: جمع مذکر سالم، جیسے: مسلمون۔

۲: جمع معنوی، جیسے: اُولُوا۔

۳: جمع صوری، جیسے عشرون تا تسعون۔

جیسے: "جاء نی مسلمون وعشرون وأولو مالٍ"

"ورأيت مسلمين وعشرين وأولى مالٍ"

"ومررت بمسلمين وعشرين وأولى مالٍ"

قاعدہ اولی:

نونِ تثنیہ، رفع، نصب، جر (تینوں حالتوں) میں مکسور ہوگا۔ جب کہ نونِ جمع تینوں حالتوں میں ہمیشہ

کے لئے مفتوح رہے گا۔

قاعدہ ثانیہ:

تثنیہ اور جمع کا نون اضافت کی وجہ سے گر جاتا ہے جیسے: "جاء نی غلاما زید، ومسلموْ مصرٍ"۔

(۷) ساتویں قسم

رفع تقدیرِ ضمہ کے ساتھ، نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور جر تقدیر کسرہ کے ساتھ اور یہ اعراب اسماء متمکنہ کی دو قسموں کو دیا گیا ہے۔

(۱) اسم مقصور (جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو، جیسے: عصا)

(۲) غیر جمع مذکر سالم مضاف ہو یاء متکلم کی طرف، جیسے: غلامی

جیسے: "جاء نی عصاً، وغلامی"

"رأیت عصا وغلامی"

"ومررت بعصاً وغلامی"

(۸) آٹھویں قسم

رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ اور جر تقدیر کسرہ اور نصب فتحہ لفظی کے ساتھ یہ اعراب اسم منقوص کو دیا گیا ہے۔ اسم منقوص وہ ہوتا ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو، جیسے: قاضی۔

جیسے: "جاء نی القاضی"

"رأیت القاضی"

"مررت بالقاضی"

(۹) نویں قسم

رفع تقدیر واو کے ساتھ، نصب اور جر یائے لفظی کے ساتھ، یہ اعراب اسماء متمکنہ کے سولھویں قسم (جمع مذکر سالم مضاف ہو یاء متکلم کی طرف) کو دیا گیا ہے۔

جیسے: "جاء نی مُسلمیَّ"

مسلمی: اصل میں مسلمون تھا، جب اس کو یاءِ متکلم کی طرف مضاف کیا تو نون جمع اضافت کی وجہ سے گر گیا، مُسلموی رہ گیا، اب واو اور یاء جمع ہوئے۔ واو ساکن تھا، اس لئے بقاعدہ ''مرمی'' واو کو ''ی'' سے بدل کر ''ی'' کو ''ی'' میں ادغام کیا، مسلمیّ ہوا۔

پھر ضمہ میم کو ''ی'' کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ سے بدلا مسلمِی ہو گیا۔

چونکہ حالت رفعی میں ابدال پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس کا اعراب تقدیری اور حالت نصبی وجری میں صرف ادغام پایا جاتا ہے۔ اس لئے ان دونوں کا اعراب لفظی ہوتا ہے۔

بحث سوم در بیان غیر منصرف

خلاصہ

اس میں اسباب منع صرف کی تفصیل اور ان کے سبب بننے کی شرائط اور چار قاعدوں کا ذکر ہے۔

تفصیل

اسم معرب کی دو قسمیں ہیں، منصرف اور غیر منصرف۔

منصرف کی تعریف

وہ اسم ہے جس میں نو اسباب منع صرف میں سے دو سبب نہ ہوں اور نہ وہ سبب ہو جو دو کے قائم مقام ہوتا ہے، جیسے: ''زید'' اور اس کو اسم متمکن بھی کہا جاتا ہے۔

اسم منصرف کا حکم

اس پر تینوں حرکتیں اور تنوین آتی ہے، جیسے: ''جاء نی زیدٌ، رأیت زیداً اور مررت بزیدٍ''۔

غیر منصرف کی تعریف

وہ اسم ہے جس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب ہوں یا ایک ایسا سبب ہو جو دو سببوں کا قائم مقام ہو۔

اسباب منع صرف

اسباب منع صرف کل نو ہیں، عدل، وصف، تانیث، معرفہ، عجمہ، جمع، ترکیب، الف نون زائدتان، وزن فعل۔

غیر منصرف کا حکم

اس پر تنوین اور کسرہ نہیں آتا اور جر کی جگہ میں ہمیشہ کے لئے فتحہ آئے گا، جیسے: "مررت بأحمد"۔

اب ہر ایک کی تفصیل

(۱) عدل

ایک اسم کا اپنی اصلی شکل (صیغہ) سے نکل کر دوسری شکل (صیغہ) میں تبدیل ہو جانے کو نحویوں کی اصلاح میں عدل کہا جاتا ہے اور یہ تبدیلی خواہ تحقیقی ہو یا تقدیری۔

پس عدل کی دو قسمیں ہوگئیں: عدل تحقیقی اور عدل تقدیری۔

(۱) عدل تحقیقی: وہ ہوتا ہے جس کی واقعی اصل ہو اور اس اصل پر دلیل بھی موجود ہو، جیسے: ثلث، کہ اس کے معنی ہیں: ثلثة ثلثة (تین، تین) پس معنی کا تکرار لفظ کے تکرار پر دلالت کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اس کی اصل ثلثة ، ثلثة ہے۔

(۲) عدل تقدیری: وہ ہوتا ہے جس کی واقعی اصل نہ ہو بلکہ مان لی گئی ہو، جیسے: عُمر، یہ لفظ کلام عرب میں غیر منصرف مستعمل ہے لیکن اس میں غیر منصرف ہونے کا صرف ایک سبب معرفہ پایا جاتا ہے اس لئے فرض کر لیا گیا کہ اس کی اصل ''عامر'' ہے۔

قاعدہ

عدل، وزن فعل کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہو سکتا۔ البتہ علمیت اور وصف کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔

جیسے: عمر، زُفر (ان میں عدل اور علمیت موجود ہیں)

''ثلاث و مثلث'' میں ''عدل تحقیقی اور وصف پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح ''اخر'' اور ''جمع'' میں بھی

عدل اور وصف پائے جاتے ہیں۔

(۲) وصف

تعریف

وصف وہ اسم ہوتا ہے جو ایسی ذاتِ مبہم پر دلالت کرنے والا ہو جس میں کسی وصفی معنی کا لحاظ ہو، جیسے: احمد۔

قاعدہ

وصف علمیت کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہو سکتا۔

وصف کے سبب بننے کے لئے شرائط

وصف کے سبب منع صرف بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ وصف اصل وضع کے اعتبار سے وصف ہو۔
یعنی واضع نے اس کو ذات مبہم کے لئے وضع کیا ہو، جس میں معنی وصفی کا لحاظ ہو۔

''اسود'' اور ''ارقم'' اگرچہ سانپوں کے نام پڑ گئے ہیں لیکن یہ پھر بھی غیر منصرف پڑھے جائیں گے کیونکہ یہ اصل وضع کے اعتبار سے ذات مبہمہ پر دلالت کرتے ہیں۔

اور "مررت بنسوة اربع" میں "أربع" منصرف ہے باوجودیکہ اس میں صفت اور وزن فعل پائے جاتے ہیں۔ لیکن وصف اصلی وضعی نہ ہونے کی وجہ سے یہ منصرف پڑھا جائے گا۔

(۳) تانیث

اسباب منع صرف میں سے تیسرا سبب تانیث ہے۔ تانیث کی چار قسمیں ہیں:

۱) تانیث بالتاء (تانیث لفظی) ۲) تانیث معنوی

۳) تانیث بألف مقصورہ ۴) تانیث بألف ممدودہ

اقسام مذکورہ کے سبب منع صرف بننے کی شرائط

(۱) تانیث لفظی کے سبب منع صرف بننے کے لئے علمیت شرط ہے۔

جیسے: طلحہ۔

(۲) تانیث معنوی کے سبب منع صرف بننے کے لئے دو شرطیں ہیں: ۱: علمیت، ۲: تین امور میں سے کسی ایک کا پایا جانا۔

۱: اس کے حروف تین سے زائد ہوں، جیسے: زینب۔

۲: اگر حروف تین سے زائد نہ ہوں تو پھر شرط یہ ہے کہ درمیان والا حرف متحرک ہو، جیسے: سَقَر (دوزخ کے ایک طبقے کا نام ہے)

۳: اگر درمیان والا حرف ساکن ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ لفظ عجمی ہو، جیسے: "ماہ وجور" (دو شہروں کے نام ہیں)

تانیث معنوی کے اندر اگر ان مذکورہ امور ثلاثہ میں سے کوئی ایک پایا جائے تو اس کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے۔ ورنہ اس کا غیر منصرف پڑھنا جائز ہوگا واجب نہیں، لہٰذا "هِـنْـدٌ" کو منصرف پڑھنا خفت کی وجہ سے جائز ہے۔

البتہ غیر منصرف پڑھنا بھی دو سببوں (تانیث معنوی، علمیت) کے موجود ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔

۳: تانیث بالف مقصورہ جیسے: حُبلیٰ (۴) تانیث بالف ممدودہ جیسے: حمراء، یہ دونوں غیر منصرف ہوں گے۔

ان کے سبب منع صرف بننے کے لئے کوئی شرط نہیں۔

واضح رہے کہ الف مقصورہ اور ممدودہ میں سے ہر ایک دو سببوں کے قائم مقام ہے۔ ایک تانیث اور دوسرا لزوم تانیث، یعنی یہ دونوں الف اس کلمۂ تانیث کو لازم ہو جاتے ہیں۔

(۴) معرفہ

اسباب منع صرف میں سے چوتھا سبب معرفہ ہے۔

معرفہ کے سبب منع صرف بننے کے لئے علمیت شرط ہے، علمیت کے علاوہ معرفہ کے باقی اقسام یہاں مراد نہیں اور یہ وصف کے علاوہ باقی تمام اسباب کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔

(۵) عجمہ

عجمہ کے غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے شرائط

اس کے غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے دو شرط ہیں:

(۱) لغت عجم میں علم ہو۔

(۲) دو امر میں سے ایک کا ہونا، تین حرفوں سے زائد ہو، جیسے: اِبراھیم یا تین حرفی ہو کر متحرک الأ وسط ہو، جیسے: شَتَرَ (قلعہ کا نام ہے) پس ''لجَام'' علم نہ ہونے کی وجہ سے منصرف ہے اسی طرح ''نوحؑ'' ساکن الأ وسط ہونے کی وجہ سے منصرف ہے۔

(۶) جمع

جمع کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرائط

جمع کے غیر منصرف بننے کے لئے دو شرطیں ہیں:

(۱) پہلی شرط

منتہی الجموع کے وزن پر ہو، نحویوں کی اصطلاح میں منتہی الجموع وہ جمع ہے جس کے بعد کوئی دوسری جمع تکسیر نہ بنائی جا سکے۔ اور صیغہ منتہی الجموع کے کل تین اوزان ہیں۔

ا: پہلا اور دوسرا حرف مفتوح ہو، تیسری جگہ الف ہو پھر الف کے بعد یا تو دو حرف متحرک ہوں، جن میں پہلا مکسور ہو، جیسے: مسَاجِد (جمع مسجد)

۲: یا ایک حرف مشدّد ہو، جیسے: دوابّ۔

۳: یا تین حروف ہوں، جن میں سے پہلا مکسور ہو اور دوسرا حرف ساکن ہو، جیسے: مصابیح۔

(۲) دوسری شرط

وہ جمع ایسی ہو کہ ایسی تاء کو قبول نہ کرے، جو حالت وقف میں ھاء بن جائے۔

پس صیاقلۃ (جو کہ صَیْقَل کی جمع ہے بمعنی تیز کرنے والا) اور فرازنۃ (جو کہ جمع ہے فرزین بمعنی شطرنج کا

وزیر) دونوں منصرف ہیں کیونکہ یہ تاء تانیث کو قبول کرتے ہیں، جو حالت وقف میں ''ھاء'' ہو جاتی ہے۔

فائدہ

صیغۂ منتہی الجموع بھی دو الفوں کی طرح دو سببوں کا قائم مقام ہوتا ہے، یعنی جمعیت، لزوم جمعیت، کہ اس کے بعد دوسری جمع مکسر نہیں بنائی جاسکتی، گویا کہ دو سبب ہوگئیں۔

(۷) ترکیب

ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے شرائط

ترکیب کے غیر منصرف کا سبب بننے کے لئے دو شرطیں ہیں:

۱: علمیت، ۲: مرکب اضافی ہو۔ اور مرکب اسنادی نہ ہو، جیسے: بعلبکّ، پس 'عبداللہ'' مرکب اضافی ہونے کی وجہ سے منصرف ہے اور ''معدیکرب'' (ایک مرد کا نام ہے) مرکب (جو نہ اضافی ہے اور نہ اسنادی) ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

اور ''شابَّ قرنا ھا'' مرکب اسنادی کی وجہ سے مبنی ہے، لہٰذا یہ غیر منصرف نہیں، کیونکہ غیر منصرف اسم معرب کی قسم ہے۔

(۸) الف نون زائدتان

الف نون زائدتان کے غیر منصرف کا سبب کے لئے شرائط

الف نون زائدتان کی دو صورتیں ہیں۔

۱: اسم میں ہوں، تو اس کے غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے علمیت شرط ہے، جیسے: عمران اور عثمان۔

پس ''سعدان'' (جو کہ ایک گھاس کا نام ہے) منصرف ہے، کیونکہ علم نہیں ہے۔

۲: صفت کے آخر میں ہوں تو غیر منصرف کے سبب بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ اس صفت کی مؤنث 'فعلانۃ'' کے وزن پر نہ ہو، جیسے: ''سکران''، پس ''ندمان'' منصرف ہے۔ کیونکہ اس کی مؤنث ''ندمانۃ'' (بروزن فعلانۃ) آتی ہے۔

(۹) وزن فعل

وزن فعل کا سبب منع صرف بننے کے لئے دو شرطوں میں سے کسی ایک کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو جیسے شَمَّر (ایک تیز رفتار گھوڑے کا نام رکھا جائے) بروزن فَعَّلَ اور ضُرِبَ بروزن فُعِلَ (کسی شخص کا نام رکھا جائے)

یہ دونوں وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔

(۲) اگر وہ وزن مختص نہ ہو فعل کے ساتھ تو پھر شرط یہ ہے کہ اس اسم کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی ایک حرف ہو اور آخر میں تاء کو قبول نہ کرے جو وقف کی حالت میں ھاء سے بدل جاتی ہے جیسے اُحمد اور یشکر، تغلب اور نرجس، پہلے تین مردوں کے نام ہیں اور نرجس کا معنی ہے نرگس کا پھول بعد میں آدمی کا نام بن گیا، یہ چاروں علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔

پس "یَعْمَلٌ" عرب کے اس قول "ناقة یعملة" (قوی اونٹنی) میں منصرف ہے، کیونکہ یہ آخر میں تاء کو قبول کرتا ہے۔

☆......☆......☆

اسباب منع صرف کی شرائط مع اُمثلہ نقشہ کی صورت میں

نمبر شمار	سبب منع صرف کا نام	سبب منع صرف بننے کے لئے شرائط	مثالیں
۱	عدل	مادہ اصلی اور معنی اصلی برقرار رہے	ثلاث، مثلث، عمر، زفر
۲	وصف	وصف اصلی وضعی ہو	اسود، ارقم
۳	تانیث	اس کی چار قسمیں ہیں	
	۱: تانیث لفظی	علمیت	طلحہ
	۲: تانیث معنوی	علمیت اور امور ثلاثہ میں سے کسی ایک کا موجود ہونا	
		(۱) زائد علی الثلاثہ	زینب
		(۲) یا ثلاثی متحرک الاوسط	سقر
		(۳) یا عجمہ	ماہ، جور
	۳: تانیث بالف مقصورۃ	کوئی شرط نہیں	حبلیٰ
	۴: تانیث بالف ممدودہ	کوئی شرط نہیں	حمراء
۴	معرفہ	علمیت	ابراہیم
۵	عجمہ	علمیت، احد الامرین کا موجود ہونا	
		(۱) زائد علی الثلاثہ	ابراہیم
		(۲) یا ثلاثیہ متحرک الأوسط	شتر
۶	جمع	وزن صیغہ منتہی الجموع کا ہو اور آخر میں تاء کو قبول نہ کرے	دوابّ مساجد، مصابیح
۷	ترکیب	علمیت، اور ترکیب اضافی واسنادی کا نہ ہونا	بعلبک

۸	الف نون زائدتان	اگر اسمی ہو تو علمیت اگر صفتی ہو تو اس کی مؤنث "فعلانۃ" کے وزن پر نہ ہو	عمران، عثمان سکران
۹	وزن فعل	وزن مختص ہو فعل کے ساتھ ورنہ وزن کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی حرف ہو اور آخر میں تاء کو بھی قبول نہ کرے	شمّر، ضُرِب احمد، یشکر تغلب، نرجس

قاعدہ

اسباب منع صرف میں سے علمیّت وصف کے ساتھ کسی صورت میں جمع نہیں ہوتی۔

اس کے علاوہ باقی جن اسباب کے ساتھ علمیّت جمع ہوتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ اسباب جن میں علمیّت کسی دوسرے سبب کے منع صرف بننے کے لئے شرط ہو وہ کل چار اسباب ہیں۔

تانیث (لفظی، ومعنوی) عجمہ، ترکیب اور الف نون زائدتان۔

(۲) وہ اسباب جن میں علمیّت دوسرے سبب کے لئے شرط نہ ہو، بلکہ خود مستقل سبب بن کر جمع ہو اور وہ دو سبب ہیں: عدل اور وزن فعل۔

ان دونوں قسموں میں سے ہر ایک کو جب نکرہ بنایا جائے تو منصرف پڑھے جائیں گے۔ پہلی قسم تو اس وجہ سے کہ علمیّت کے بغیر کوئی سبب باقی نہ رہا، اس لئے کہ علمیّت شرط ہے اور سبب مشروط تو شرط کے معدوم ہونے کی وجہ سے مشروط معدوم ہوگا۔

اور دوسری اس وجہ سے کہ اس میں صرف ایک سبب باقی رہا اور ایک سبب کی وجہ سے کلمہ غیر منصرف نہیں بنتا۔

قاعدہ

جب اسم غیر منصرف پر الف ولام داخل ہو جائیں یا اس کی اضافت کی جائے تو یہ منصرف کے حکم میں داخل ہو کر اس پر کسرہ آسکتا ہے، جیسے: "مررت بالأحمدِ اور مررت بأحمَدِ کم"۔

فصل دوم در بیان مرفوعات

خلاصہ

یہ فصل مرفوعات کے بیان میں ہے اور یہ کل سات ابحاث پر مشتمل ہے۔

واضح رہے کہ مرفوعات کل آٹھ ہیں: (۱) فاعل (۲) مفعول مالم یسم فاعلہ (۳) متبداء (۴) خبر (۵) حروف مشبہ بالفعل کی خبر (۶) افعال ناقصہ کا اسم (۷) ماولا (جو مشابہہ ہوتے ہیں لیس کے) کا اسم (۸) اور لائے نفی جنس کا اسم، ہر ایک کی تفصیل بحث کی صورت میں ذکر کی جائے گی۔

(۱) بحث اول در بیان فاعل

خلاصہ

اس بحث میں فاعل کی تعریف، فاعل کے آٹھ قواعد نحویہ اور مشہور مسئلہ تنازع فعلین کا ذکر موجود ہے۔

تفصیل

فاعل کی تعریف

فاعل ہر وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا صیغہ صفت، جس کی اس اسم کی طرف ایسی نسبت کی گئی ہو کہ وہ فعل یا صیغہ صفت اس اسم کے ساتھ قائم ہو، نہ کہ اس پر واقع ہو، جیسے: ''قام زیدٌ و زید ضاربٌ أبوہ عمرا و ماضرب زید عمراً''۔

قاعدہ اولیٰ

ہر فعل (خواہ لازمی ہو یا متعدی) کے لئے فاعل مرفوع کا ہونا ضروری ہے۔ فاعل کی دو قسمیں ہیں:

۱: اسم ظاہر ہو، جیسے: ''ذھب زیدٌ''۔

۲: اسم ضمیر ہو، پھر اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) اسم ضمیر بارز، جیسے ''ضــربــت'' میں ''ت'' ضمیر فاعل ہے (۲) اسم ضمیر مستتر (پوشیدہ) جیسے: ''زیدٌ ذھبَ'' میں ''ذھب'' کے اندر ضمیر فاعل مستتر (پوشیدہ) ہے۔

قاعدہ ثانیہ

فعل متعدی کے لئے جس طرح فاعل ضروری ہے اسی طرح اس کے لئے مفعول بہ کا ہونا بھی ضروری ہے، جیسے: "ضَرب زیدٌ عمراً"۔

قاعدہ ثالثہ

(۱) اگر فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو ہمیشہ واحد لانا واجب ہے، خواہ فاعل واحد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع، جیسے: "ضرب زیدٌ" و"ضرب الزید ان" و"ضرب الزیدون"۔

(۲) اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل کو فاعل کے مطابق لایا جائے گا پس اگر فاعل واحد ہو تو فعل واحد ہوگا، جیسے: "زیدٌ ضرَبَ" اور اگر فاعل تثنیہ ہو تو فعل تثنیہ ہوگا، جیسے: "الزید ان ضربا" اور اگر فاعل جمع ہو تو فعل جمع ہوگا، جیسے: "الزیدون ضربوا"۔

قاعدہ رابعہ

فاعل کی تین قسمیں ہیں: (۱) فاعل مؤنث حقیقی، (۲) مؤنث غیر حقیقی، (۳) جمع مکسر

مؤنث حقیقی: وہ ہے کہ جس کے مقابلے میں جنس حیوان سے نر موجود ہو، جیسے: "امرأۃ" اس کے مقابلے میں "رجلٌ" اور "ناقۃ" اس کے مقابلے میں "جمل" مذکر حیوان موجود ہے۔

مؤنث غیر حقیقی: وہ ہے جس کے مقابلے میں جنس حیوان سے نر موجود نہ ہو، جیسے: "شمس، ظلمۃٌ"۔

(۱) پہلی قسم (جب فاعل مؤنث حقیقی ہو) کی دو صورتیں ہیں:

۱: فاعل مؤنث حقیقی ہو، اور فعل فاعل کے درمیان فاصلہ بھی نہ ہو تو فعل کو مؤنث لانا واجب ہے، جیسے: "قامت ھند"۔

۲: فاعل مؤنث حقیقی ہو، لیکن فعل فاعل کے درمیان فاصلہ ہو تو فعل کو مذکر اور مؤنث لانے میں اختیار ہے، یعنی فعل کو اگر چاہے مذکر لائے اور اگر چاہے مؤنث لایا جائے۔

جیسے: "ضرب الیوم ھند"، "ضربت الیوم ھندٌ"۔

(۲) دوسری قسم (جب فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو) کی بھی دو صورتیں ہیں:

ا: فاعل مؤنث غیر حقیقی اسم ظاہر ہو، اس صورت میں فعل کو مذکر اور مؤنث دونوں لانا جائز ہیں، جیسے: ''طلعت الشمس'' اور ''طلع الشمس''۔

۲: فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو، اور اسم ضمیر ہو، اس صورت کا حکم یہ ہے کہ فعل ہمیشہ کے لئے مؤنث لایا جائے گا، جیسے: ''الشمس طلعت''۔

(۳) تیسری قسم (جب فاعل جمع مکسر ہو) کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) فاعل جمع مکسر ہو اور اسم ظاہر ہو اس صورت میں فعل میں دو وجہیں جائز ہیں، تذکیر اور تانیث، جیسے: ''قام الرّجال'' اور ''قامت الرجال''۔

(۲) فاعل جمع مکسر ہو اور اسم ضمیر ہو تو فعل میں دو وجہیں جائز ہیں، تانیث اور ''واو کے ساتھ جمع'' بشرطیکہ جمع مکسر عقلاء کی ہے، جیسے: ''الرجال قامت''، ''الرجال قاموا''۔

اگر جمع مکسر غیر عقلاء کی جمع ہو تو فعل کو مؤنث بھی لایا جا سکتا ہے اور نون جمع مؤنث کے ساتھ لانا بھی جائز ہے، جیسے: ''الایّام مضت''، اور ''الاّیام مضین''۔

(مذکورہ قاعدہ نقشہ کی صورت میں)
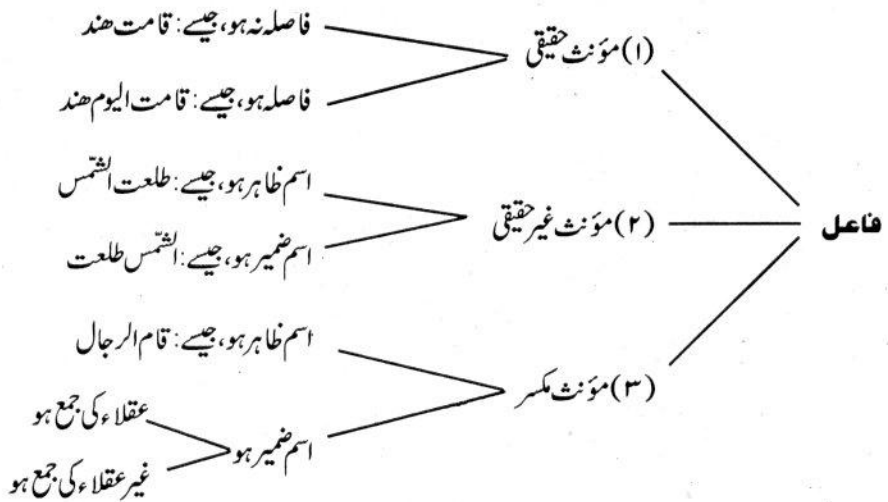
قاعدہ خامسہ

فاعل میں اصل یہ ہے کہ تمام معمولات پر مقدم ہو کر فعل کے ساتھ متصل ہو۔

البتہ اگر فاعل اور مفعول بہ دونوں اسم مقصور ہوں اور التباس کا خطرہ ہو تو فاعل کو مفعول بہ پر مقدم کرنا

واجب ہے۔ جیسے: ''ضرب موسیٰ عیسیٰ''۔

اور اگر اعراب لفظوں میں موجود ہو، یا قرینہ موجود ہو اور التباس کا خطرہ نہ ہو تو پھر فاعل کی تقدیم جائز ہے، واجب نہیں۔ جیسے: ''ضرب زیدًا عمرًا'' اور ''اکل الکمثریٰ یحییٰ''۔

مذکورہ مثال میں اگرچہ فاعل اور مفعول بہ دونوں اسم مقصور ہیں لیکن قرینہ موجود ہونے کی وجہ سے تقدیم فاعل واجب نہیں اس لئے کہ "الکمثریٰ" فاعل تو بن سکتا ہے لیکن "الکمثریٰ" نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ اس میں فاعل بننے کی صلاحیت ہی نہیں۔

قاعدہ سادسہ

جب فعل محذوف کی تعیین پر کوئی قرینہ موجود ہو تو فعل کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے: کسی شخص نے کہا کہ "من ضرب" (کس نے مارا) تو اس کے جواب میں کہا جائے، زیدٌ یعنی ''ضرب زیدٌ''۔

قاعدہ سابعہ

فعل، فاعل دونوں کو حذف کرنا جائز ہے، جب کہ حذف کی تعیین پر کوئی قرینہ موجود ہو، جیسے: کسی شخص نے کہا: ''أقام زیدٌ'' (کیا زید کھڑا ہے) تو جواب میں کہا جائے: "نعم" یعنی "قام زید"۔

قاعدہ ثامنہ

جب فعل معروف متعدی کو مجہول بنایا جائے تو اس کے فاعل کو حذف کر دیا جاتا ہے اور اس کی جگہ مفعول بہ کو قائم مقام بنایا جاتا ہے، جس کو نائب فاعل یا مفعول لم یسم فاعلہ سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے: ''ضُرِب زَیدٌ''۔

مسئلہ تنازع فعلین

خلاصہ

یہاں پانچ امور کا ذکر کیا گیا ہے:

۱: تنازع فعلین کی تعریف، ۲: تنازع کی چار صورتیں ۳: جواز اور عدم جواز میں اختلاف

۴: اولیٰ اور عدم اولیٰ میں اختلاف ۵: چار صورتوں کی تفصیل

تفصیل

(۱) تعریف تنازع فعلین

دو فعل ایسے اسم ظاہر میں تنازع کریں جو ان دونوں کے بعد واقع ہو، یعنی ہر ایک فعل یہ چاہے کہ اسم ظاہر میرا معمول بنے۔

(۲) تنازع فعلین کی صورتیں

تنازع فعلین کی چار صورتیں ہیں:

۱: دونوں فعل فاعلیت کا تقاضا کریں، جیسے: ''ضربنی واکرمنی زیدٌ''۔

۲: دونوں فعل مفعولیت کا تقاضا کریں، جیسے: ''ضربت واکرمت زیدًا''۔

۳: پہلا فعل فاعلیت کا تقاضا کرے، جب کہ دوسرا فعل مفعولیت کا تقاضا کرے، جیسے: ''ضربت واکرمنی زیدٌ''۔

۴: پہلا فعل مفعولیت کا تقاضا کرے اور دوسرا فعل فاعلیت کا تقاضا کرے، جیسے: ''ضَرَبت واکرمَنی زیدٌ''۔

(۳) جواز وعدم جواز میں اختلاف

علماء بصریین اور کوفیین سب کا اس پر اتفاق ہے کہ مذکورہ چاروں صورتوں میں پہلے فعل کو عمل دینا بھی جائز ہے اور دوسرے فعل کو عمل دینا بھی جائز ہے۔

البتہ امام فرّ اءنحوی پہلی اور تیسری صورت میں اختلاف کرتے ہیں کہ دوسرے فعل کو عمل دینا جائز نہیں ہے۔

امام فرّ ا کی دلیل

امام فرّ ا کہتے ہیں کہ ان دو صورتوں میں دوسرے فعل کو عمل دینے کی صورت میں پہلے فعل کا فاعل یا تو محذوف ماننا پڑے گا، یا ضمیر لانی ہوگی۔

اگر فاعل محذوف مانیں تو عمدہ (فاعل) کا حذف لازم آئے گا، جو کہ نا جائز ہے اور اگر ضمیر مستتر مانیں، تو اضمار قبل الذکر لازم آئے گا، حالانکہ یہ بھی جائز نہیں ہے، جمہور کی طرف سے یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ اضمار قبل الذکر عمدہ میں جائز ہے۔

(۴) اولیٰ اور غیر اولیٰ میں اختلاف

واضح رہے کہ بصریین اور کوفیین کا اس بات میں اتفاق ہے کہ چاروں صورتوں میں دونوں فعلوں کو علی سبیل البدلیہ عمل دینا جائز ہے۔

لیکن اختلاف اس بات میں ہے کہ پہلے فعل کو عمل دینا مختار (پسندیدہ) ہے یا دوسرے فعل کو عمل دینا مختار (پسندیدہ) ہے۔

پس بصریین کے نزدیک دوسرے فعل کو عمل دینا مختار (پسندیدہ) ہے جب کہ کوفیین پہلے فعل کو عمل دینا پسند کرتے ہیں۔

بصریین کی دلیل

بصریین کے ہاں فعل ثانی کو عمل دینا اس لئے مختار اور پسندیدہ ہے کہ فعل اسم ظاہر کے قریب ہے پس زیادہ حق قریب اور پڑوسی کا ہوتا ہے۔

کوفیین کی دلیل

کوفیین حضرات فعل اول کو عمل دینا اس لئے پسند کرتے ہیں کہ وہ مقدم ہے، پس مقدم ہونے کی وجہ سے فعل اول عمل کے لئے زیادہ مستحق ہے۔

(۵) مذکورہ تنازع کے رفع کرنے کے طریقے

بصریین کے مذہب کے مطابق تفصیل: یعنی اگر دوسرے فعل کو عمل دیا جائے تو اس کی تین صورتیں ہیں:

ا: پہلی صورت: فعل اول فاعلیت کا تقاضا کرتا ہو، خواہ دوسرا فعل فاعلیت کا تقاضا کرتا ہو یا مفعولیت کا تو ان دونوں صورتوں میں فعل اول میں فاعل کی ضمیر لائیں گے، جو افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر و تانیث میں اسم ظاہر کے موافق ہوگی۔

مثالیں: جب دونون فاعلیت کا تقاضا کریں (یعنی متوافقین فی العمل ہوں) تو کہا جائے گا: ''ضربنی واکرمنی زیدٌ، ضربانی واکرمنی الزیدان، وضربونی وأکرمنی الزیدون''۔

اور جب پہلا فاعلیت اور دوسرا مفعولیت کا تقاضا کرے (یعنی متخالفین فی العمل ہوں) تو کہا جائے گا:

''ضربنی واکرمت زیداً وضربانی واکرمت الزیدین، وضربونی واکرمت الزیدین''۔

۲: دوسری صورت: فعل اول مفعولیت کا تقاضہ کرتا ہو خواہ دوسرا فعل فاعلیت چاہتا ہو یا مفعولیت تو ان دونوں صورتوں میں فعل اول سے مفعول کو حذف کر دیا جائے گا۔ بشرطیکہ فعل افعال قلوب میں سے نہ ہو۔

مثالیں: پہلی صورت میں کہا جاتا ہے (یعنی متوافقین فی العمل کی صورت میں) ''ضربتُ واکرمتُ زیداً''، وضربتُ واکرمتُ الزیدَین، وضربت واکرمت الزیدِین''۔

اور دوسری صورت (یعنی متخالعین فی العمل کی صورت) میں کہا جاتا ہے: ''ضربت واکرمنی زیدٌ، ضربت واکرمنی الزیدان، وضربت واکرمنی الزیدون۔

۳: تیسری صورت: یہی مذکورہ دوسری صورت ہو، لیکن فعل افعال قلوب (جس کا ذکر بحثِ فعل میں آئے گا انشاء اللہ) میں سے ہو، تو فعل ثانی کو عمل دے کر پہلے فعل کے لئے مفعول کو ظاہر لایا جائے گا۔ اور یہ اس لئے کہ افعال قلوب کا مفعول حذف کرنا جائز نہیں اور نہ ضمیر لانا درست ہے۔ اس لئے کہ مفعول کا اضمار قبل الذکر لازم آئے گا، جو کہ ناجائز ہے۔ پس کہا جائے گا:

''حسبنی منطلقاً وحسبتُ زیداً منطلقًا''۔

مذہب کوفیین کے مطابق تفصیل

اگر فعل اول کو عمل دیا جائے تو اس کی بھی تین صورتیں بنتی ہیں۔

۱: پہلی صورت: فعل ثانی فاعلیت کا تقاضا کرتا ہو، خواہ فعل اول فاعل چاہتا ہو یا مفعول، ان دونوں صورتوں میں فاعل کی ضمیر لائیں گے۔ جو افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر، تانیث میں اسم ظاہر کے موافق ہوگی، پس متوافقین کی صورت میں کہا جائے گا:

''ضربنی واکرمنی زیدٌ، وضربنی واکرمانی الزیدان، وضربنی واکرمونی الزیدون''۔

اور متخالفین کی صورت میں کہا جائے گا:

''ضربتُ وأكرمني زيداً، وضربت وأكرماني الزيدَين ، وضربتُ وأكرموني الزيدِين''۔

۲: دوسری صورت: فعل ثانی مفعولیت کا تقاضا کرتا ہو، خواہ فعل اول فاعل کا تقاضا کرے یا مفعول کا، ان دونوں صورتوں میں فعل ثانی کے مفعول میں دو وجہیں جائز ہیں، بشرطیکہ یہ دونوں فعل افعال قلوب میں سے نہ ہوں۔

(۱) مفعول کو حذف کیا جائے، پس کہا جائے گا: "ضربت واكرمتُ زيداً، وضربت واكرمت الزيدينِ ، وضربت واكرمت الزيدين" اور متخالفین میں کہا جائے گا: ''ضربني واكرمتُ زيدٌ، ضربني واكرمتُ الزيدان، وضربني واكرمتُ الزيدون"۔

(۲) مفعول کو ضمیر لایا جائے، مثالیں ظاہر ہیں۔

۳: تیسری صورت: دوسرا فعل مفعول کا تقاضا کرے، اور دونوں فعل افعال قلوب میں سے ہوں، تو پہلے فعل کو عمل دینے کی صورت میں دوسرے فعل کے لئے مفعول کو ظاہر کرنا واجب ہے۔

جیسے: ''حسبني وحسبتُهما منطلقين الزيدان منطلقاً"۔

دلیل

مفعول کو ظاہر لانا اس لئے ضروری ہے کہ تنازع کے رفع کے تین طریقے ہیں۔ حذف، اظہار، اضمار۔ حذف افعال قلوب میں سے تو جائز نہیں، اور اضمار بھی جائز نہیں، اس لئے کہ اگر ضمیر مفرد لائی جائے تو افعال قلوب کے دو مفعولوں میں مطابقت نہیں ہوگی۔

اور اگر تثنیہ لائی جائے تو راجع اور مرجع کے درمیان مطابقت نہیں ہوگی، اس لئے کہ مرجع مفرد ہے اور ضمیر تثنیہ ہوگی پس ایک ہی طریقہ رہ گیا جو کہ اظہار کا ہے۔

بحث دوم در بیان مفعول مالم یسم فاعلہ

خلاصہ

اس بحث میں مفعول مالم یسم فاعلہ کی تعریف اور فائدہ نحویہ کا بیان کیا گیا ہے۔

تعریف

وہ مفعول ہے کہ جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور اس کے مفعول کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہو، جیسے: ''ضُرِبَ زِیدٌ''، اس کا دوسرا نام نائب فاعل ہے۔

فائدہ نحویہ

مفعول مالم یسم فاعلہ چونکہ فاعل کا قائم مقام ہوتا ہے، اس لئے اس کا حکم اس کے فعل کے، مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث، لانے میں بعینہ وہی ہے جو فاعل کی بحث میں گزر چکا ہے۔

مثلاً: اگر مفعول مالم یسم فاعلہ اسم ظاہر ہو تو فعل کو ہمیشہ مفرد لایا جائے گا، وغیرہ وغیرہ۔

بحث سوم در بیان مبتدا و خبر

خلاصہ

اس بحث میں تین باتیں ہیں:

۱: متبدا اور خبر کی تعریف

۲: سات قواعد اور ایک فائدہ نحویہ

۳: آخر میں مبتداء کی دوسری قسم کا ذکر

تفصیل

متبدا کی تعریف

مبتدا وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو۔

خبر کی تعریف

خبر وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے خالی ہو اور مسند بہ ہو، جیسے: ''زیدٌ عالمٌ'' میں ''زیدٌ'' مبتداء (مسند الیہ) اور ''عالم'' خبر (مسند بہ) ہے۔

معلوم ہوا کہ متبداء اور خبر دونوں کا عامل معنوی ہوا کرتا ہے۔ اور وہ عامل معنوی ابتداء ہے۔

قاعدہ اولیٰ

اصل مبتداء میں یہ ہے کہ معرفہ ہو اور خبر میں اصل یہ ہے کہ نکرہ ہو، جیسے: ''زیدٌ عالمٌ'' میں ''زید'' معرفہ، مبتداء اور ''عالم'' نکرہ ہے۔

قاعدہ ثانیہ

جب نکرہ میں تخصیص پیدا ہو جائے تو مبتداء واقع ہو سکتا ہے اور وجوہِ تخصیص کل چھ ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱: نکرہ میں صفت کی وجہ سے تخصیص پیدا ہو جائے، جیسے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''ولعبدٌ مومنٌ خیرٌ من مترك'' (الآیة) اس میں ''عبد'' مبتدا نکرہ ہے، لیکن ''مومن'' صفت کی وجہ سے اس میں تخصیص آ گئی ہے۔ لہٰذا مبتدا واقع ہو سکتا ہے۔

۲: نکرہ ایسے ہمزہ کے بعد واقع ہو جو ''ام'' متصلہ کے ساتھ ہو، جیسے: ''أرجلٌ فی الدار ام امرأة'' اس میں رجلٌ اور امرأۃ نکرہ مبتدا اور ''فی الدار'' خبر ہے اور اس میں تخصیص متکلم کے علم کی وجہ سے ہے کیونکہ متکلم جانتا ہے کہ اس گھر میں ان دو میں سے ایک ضرور ہے اور استفہام اور ''أم'' کے ذریعے اس کی تعیین حاصل کرنا چاہتا ہے۔

۳: نکرہ تحت النفی واقع ہو، جیسے ''ما أحدٌ خیرٌ منك'' یہاں ''أحدٌ'' مبتدا نکرہ ہے۔ لیکن نکرہ چونکہ نفی کے تحت واقع ہے اور نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے لہٰذا عموم والے معنی کی وجہ سے تخصیص حاصل ہوئی ہے۔

۴: نکرہ کی صفت مقدرہ ہو۔ جیسے: شرٌّ أهرَّ ذا نابٍ (شر نے بھونکوایا کتے کو) میں تخصیص آئی ہے یعنی ''شرٌّ'' میں تنوین تعظیم کے لئے ہے، ای، شرٌّ عظیمٌ لا حقیرٌ أهرَّ ذاناب''۔

۵: نکرہ پر خبر مقدم ہو، جیسے: ''فی الدار رجلٌ''۔ یہاں ''فی الدار'' خبر مقدم اور ''رجل'' مبتداء مؤخر ہے۔ اس میں تخصیص خبر کی تقدیم کی وجہ سے آ گئی ہے کیونکہ ضابطہ ہے کہ جس چیز کا حق مؤخر ہونے کا ہو اور اس کو مقدم کیا جائے تو یہ حصر اور اختصاص کا فائدہ دیتا ہے۔

۶: وہ نکرہ جس میں متکلم کی طرف نسبت کرنے سے تخصیص پیدا ہو، جیسے: "سلام علیك" اس میں "سلام" مبتدا اور "علیك" خبر ہے۔ اور چونکہ یہ "سلمت علیك" جملہ فعلیہ سے معدول ہے اس لئے اس میں تخصیص آ گئی ہے۔

قاعدہ ثالثہ

دو اسم میں سے ایک معرفہ اور دوسرا نکرہ ہو تو جو معرفہ ہوگا وہ مبتدا ہوگا اور جو نکرہ ہوگا وہ خبر ہوگا۔

جیسے: "زیدٌ عالمٌ"، زید مبتداء اور عالمٌ خبر ہے۔

اور اگر دونوں معرفے ہوں تو جس کو بھی مبتدا بنانا ہو اس کو مقدم کر کے مبتدا بنا دو اور دوسرا اسم خبر بنا دو۔

جیسے: "اللّٰہ تعالیٰ إلٰهُنا، محمد نبیُّنا"،

و"آدم أبونَا"

قاعدہ رابعہ

مبتدا کی خبر کبھی جملہ خبریہ بھی ہوتی ہے، جملہ عام ہے خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو یا جملہ فعلیہ، یا جملہ شرطیہ یا ظرفیہ ہو۔

جملہ اسمیہ کی مثال: "زیدٌ أبوہ قائمٌ"۔

"زیدٌ" مبتدا اور "أبوہ قائمٌ" مبتدا اور خبر مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر۔

جملہ فعلیہ کی مثال: زید قام "زیدٌ" مبتدا اور "قام" فعل فاعل مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر۔

جملہ شرطیہ کی مثال: "زیدٌ ان جاء نی اکرمته"۔

جملہ ظرفیہ کی مثال: "زیدٌ خلفك" اور "عمرو فی الدار"۔

ان دونوں میں "زیدٌ" اور "عمرو" مبتدا اور "خلفك" اور "فی الدار" ثَبَت سے متعلق ہو کر خبر۔

فائدہ

خبر جب ظرف واقع ہو، خواہ ظرف زمان ہو یا ظرف مکان یا جار مجرور ہو، تو اکثر نحاۃ (یعنی بصریین) کے نزدیک فعل کے ساتھ متعلق ہو کر جملہ فعلیہ ہوگا، جب کہ بعض نحویین (یعنی کوفیین) کے نزدیک یہ شبہ فعل

(اسم فاعل، اسم مفعول) کے ساتھ متعلق ہوگا۔

پس "زید فی الدار" بصریین کے قول کے مطابق اصل میں "زید استقر فی الدار" ہے۔ اسی طرح "زید خلفك" اصل میں "زید ثبت خلفك" ہے، جب کہ کوفیین کے قول کے مطابق اصل عبارت "زید مستقر فی الدار" اور "زید ثابت فی الدرا" ہے۔

قاعدہ خامسہ

خبر جب جملہ واقع ہو تو اس میں ایک ایسی ضمیر کا ہونا ضروری ہے جو مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہو، جیسے: "زید أبوه قائم"۔

یہاں "زید" مبتدا اور "أبوه قائم" خبر، جس میں ضمیر مجرور متصل موجود ہے، جو مبتدا کی طرف لوٹ رہی ہے۔

واضح رہے کہ اگر قرینہ موجود ہو تو اس ضمیر (جو مبتداء کی طرف لوٹ رہی ہے) کو حذف کرنا جائز ہے، جیسے: "السمن منوان بدرهمٍ" (گھی دو سیر ایک درھم کے بدلہ میں ہے) اور "البر الكرّ بستّين درهماً" (گندم کا ایک کُر ساٹھ درہم کے بدلے میں ہے)

یہاں پہلی مثال کی تقدیر عبارت یہ ہے: "السمن منوان منه بدرهم" پس "منه" میں ضمیر مجرور متصل (جو کہ مبتدا ثانی "منوان" کی طرف لوٹ رہی ہے) کو حذف کر دیا گیا۔

اور دوسری مثال کی تقدیر عبارت یہ ہے: "البر الكرمنه بستين درهما" یہاں بھی "منه" محذوف ہے جو کہ اس میں ضمیر مبتدا ثانی "الكر" کی طرف لوٹ رہی ہے۔

اور قرینہ یہ ہے کہ بائع، گھی، یا گندم کا نرخ بتا رہا ہے نہ کسی اور چیز کا۔

قاعدہ سادسہ

کبھی کبھی خبر کو مبتدا پر مقدم کیا جاتا ہے، کبھی جائز ہوتا ہے اور کبھی واجب۔

پس اگر مبتدا معرفہ ہو تو خبر کی تقدیم جائز ہے جیسے: "فی الدار زيدٌ" اور اگر نکرہ ہو تو پھر واجب ہے۔

قاعدہ سابعہ

ایک مبتدا کے لئے بہت سی خبروں کا ہونا جائز ہے، بشرطیکہ ان خبروں میں تضاد نہ ہو، جیسے :"زید عالم، فاضل، عامل"۔

"زیدٌ" مبتداء اور باقی اخبار ہیں۔

مبتدا کی دوسری قسم

واضح رہے کہ پہلی قسم ہمیشہ مسندالیہ ہوا کرتی ہے اور دوسری قسم مسند ہوا کرتی ہے اور اس کے بعد والا اسم خبر نہیں ہوتا بلکہ فاعل جو کہ قائم مقام خبر کے ہوتا ہے۔

تعریف

وہ صیغہ صفت ہے جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو، بشرطیکہ اسم ظاہر کو رفع دینے والا ہو۔

حرف نفی کی مثال جیسے :"ما قائم الزيدان"۔

حرف استفہام کی مثال، جیسے :أقائم الزيدان"۔

اور اگر ضمیر مرفوع متصل کو رفع دینے والا ہو تو وہ مبتدا کا قسم ثانی نہیں ہوگا، جیسے :ما قائمان الزيدان۔

پس اس مذکورہ عبارت میں "قائمان" (صیغۂ صفت) نے ضمیر متصل میں عمل کیا ہے۔لہٰذا یہ خبر مقدم ہوگا اور "الزيدان" مبتدا مؤخر۔

بحث چہارم در بیان خبر حروف مشبہ بالفعل

مرفوعات کی پانچویں قسم حروف مشبہ بالفعل کی خبر ہے۔

خلاصہ

یہاں حروف مشبہ بالفعل کی تعداد، عمل اور ایک فائدہ نحویہ ذکر کیا گیا ہے۔

حروف مشبہ بالفعل کی تعداد اور عمل

حروف مشبہ بالفعل کل چھ ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

إنَّ ، أنَّ ، كأنَّ ، لكنَّ ، ليتَ ، لعلَّ

یہ حروف جملہ اسمیہ (یعنی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، تو مبتدا کونصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں، جس کو نصب دیتے ہیں۔اس کو ان کا اسم کہا جاتا ہے، اور جس کو رفع دیتے ہیں اس کو ان کی خبر کہا جاتا ہے۔ جیسے "انّ زیداً قائم" اور یہ خبر ان حروف کے داخل ہونے کے بعد، ان کی خبر ہوگی نہ کہ مبتدا کی اور یہی بصریین کا مذہب ہے، البتہ کوفیین کہتے ہیں کہ یہ حروف صرف مبتدا میں عمل کرتے ہیں اور خبر میں ان کا عمل نہیں راجح مذہب بصریین کا ہے۔

فائدہ نحویہ

حروف مشبہ بالفعل کی خبر کا حکم مفرد اور جملہ ہونے میں، اسی طرح معرفہ اور نکرہ ہونے میں مبتدا کی خبر کی طرح ہے۔

مثلاً: مبتدا کی خبر معرفہ، نکرہ، مفرد، جملہ: (اسمیہ، فعلیہ، ظرفیہ، شرطیہ) واقع ہوسکتی ہے۔ اسی طرح ان حروف کی خبر بھی واقع ہوسکتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

البتہ ایک بات میں مختلف ہے، وہ یہ کہ مبتدا کی خبر کا مبتدا پر مقدم کرنا جائز ہے لیکن حروف مشبہ بالفعل کی خبر ان کے اسم پر مقدم کرنا جائز نہیں ہے ہاں اگر خبر ظرف واقع ہو تو خبر کی تقدیم جائز ہوگی، جیسے: "إنّ في الدار زیداً"۔ اس لئے کہ ظرف میں ایسی وسعت ہے جو غیر ظرف میں نہیں۔

بحث پنجم در بیان اسم افعال ناقصہ

مرفوعات کی چھٹی قسم افعال ناقصہ کا اسم ہے۔

خلاصہ

یہ بحث افعال ناقصہ کی تعداد، ان کے اعمال اور ایک قاعدہ نحویہ پر مشتمل ہے۔

افعال ناقصہ کی تعداد اور عمل

افعال ناقصہ کل سترہ ہیں، جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

كان، صار، أصبح، اَمسىٰ، أضحىٰ، ظلّ، بات، راحَ، آض، عاد، غدا، مازال، مابرح، مافتیٰ، ماانفكّ، مادام، اور لیس۔

عمل

یہ افعال بھی جملہ اسمیہ یعنی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں، ان افعال کے دخول کے بعد مبتدا کو ان کا اسم اور خبر کو ان کی خبر کہا جاتا ہے، جیسے: ''کان زیدٌ قائماً'' پس کان کا اسم وہ ہے جو اس کے داخل ہونے کے بعد اس کا مسند الیہ ہو۔

قاعدہ

تمام افعال ناقصہ میں یہ جائز ہے کہ ان کی اخبار کو ان کے اسماء پر مقدم کیا جائے، جیسے: ''کان قائماً زید، قائما کان'' کی خبر مقدم اور زید اسم مؤخر ہے۔

اور افعال ناقصہ کی خبر کو خود افعال ناقصہ پر مقدم کرنے کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں:

(۱) ایسے افعال جن کی اخبار خود ان پر مقدم کرنا جائز ہو اور یہ کل گیارہ ہیں، یعنی ''کان'' سے لے کر ''غدا'' تک، جیسے: قائماً کان زیدٌ۔

(۲) ایسے افعال جن کی اخبار خود ان پر مقدم کرنا درست نہ ہو اور یہ وہ افعال ہیں جن کے شروع میں ''ما'' موجود ہو، خواہ نافیہ ہو یا مصدریہ، پس ''قائماً مازال زید'' کہنا درست نہیں۔

(۳) وہ فعل ہے جس کے بارے میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک تقدیم جائز ہے، جبکہ بعض نحویین کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور وہ فعل ''لیس'' ہے۔

باقی تفصیل افعال ناقصہ کی بحث میں آئے گی۔

بحث ششم در بیان اسم ما ولا المشبہتین بلیس

مرفوعات کی ساتویں قسم ''ما ولا'' (جو کہ ''لیس'' فعل ناقص کے مشبہ ہوتے ہیں) کا اسم ہے۔

خلاصہ

اس بحث میں ''ما ولا'' کا عمل اور ''ما'' اور ''لا'' کے درمیان فرق کا بیان ہے۔

"ما" و"لا" کا عمل

یہ دونوں جملہ اسمیہ (یعنی مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں) مبتدا کو رفع (جس کو ان کا اسم کہا جاتا ہے) اور خبر کو نصب (جس کو ان کی خبر کہا جاتا ہے) دیتے ہیں جیسے: "مازید قائماً" اور "لا رجلٌ أفضل منك"۔

"ما" و"لا" کے درمیان فرق

"لا" نکرہ کے ساتھ خاص ہے یعنی یہ اسم نکرہ میں عمل کرتا ہے اور "ما" عام ہے، نکرہ اور معرفہ دونوں میں عمل کرتا ہے۔

بحث ہفتم در بیان خبر لائے نفی جنس

یہ مرفوعات کی آخری قسم ہے۔

لائے نفی جنس اسم منصوب، خبر مرفوع چاہتا ہے۔ یہ خبر کو رفع دیتا ہے اور اس کے داخل ہونے کے بعد اس کی خبر بنتی ہے، جیسے: "لا رجل قائمٌ" مرفوعات کی فصل پوری ہوگئی۔

☆......☆......☆

فصل سوم در بیان منصوبات

یہ فصل منصوبات کے بارے میں ہے، جو کہ بارہ ابحاث پر مشتمل ہے۔
منصوبات کل بارہ ہیں: مفعول مطلق، مفعول بہ، مفعول فیہ، مفعول لہ، مفعول معہ، حال، تمیز، مستثنیٰ، حروف مشبہ بالفعل کا اسم، افعال ناقصہ کی خبر، لائے نفی جنس کا اسم، اور ماولا مشبہتان بلیس کی خبر۔

بحث اول در بیان مفعول مطلق

خلاصہ

یہ بحث مفعول مطلق کی تعریف، دوفوائد نحوی اور ایک قاعدہ پر مشتمل ہے۔

تعریف

مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو ایسے افعال کے بعد واقع ہو جو اس کے ہم معنی ہوں، جیسے: "ضربتُ ضرباً" اس میں "ضرباً"، مفعول مطلق ہے، جو ایسے افعال کے بعد واقع ہے جو اس کے ہم معنی ہیں۔

فائدہ اولیٰ

مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں: تاکیدی، نوعی، عددی

(۱) مفعول مطلق تاکیدی

وہ مفعول مطلق ہے جو اسی معنی پر دلالت کرے، جو معنی فعل مذکور میں موجود ہو، اس سے زائد کسی معنی پر دلالت نہ کرے۔

مطلب یہ کہ مفعول مطلق اور فعل کا مدلول ایک ہو، جیسے: "ضربتُ ضرباً"

(۲) مفعول مطلق نوعی

وہ مفعول مطلق ہے جس کا مدلول فعل کی کوئی خاص نوع ہو، جیسے: "جلستُ جِلسَة القاری" (بیٹھا

میں قاری جیسا بیٹھنا)

(۳)مفعول مطلق عددی

وہ ہے جو فعل مذکور کے معنی پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ وحدت یا کثرت پر بھی دلالت کرے، جیسے:

"جلستُ جَلْسَةً" (بیٹھا میں ایک مرتبہ بیٹھنا)

"جلست جَلْسَتَيْنِ" (بیٹھا میں دو مرتبہ بیٹھنا)

"جلست جَلَسَات" (بیٹھا میں کئی مرتبہ بیٹھنا)

فائدہ ثانیہ

کبھی مفعول مطلق فعل مذکور سے مغائر ہوتا ہے، یعنی معنی میں تو اتحاد پایا جاتا ہے لیکن باعتبار لفظ کے مغایر ہوتا ہے، اور اس تغایر کی دو صورتیں ہیں:

(۱) مادہ میں مغائر ہو، جیسے: "قعدتُ جلوساً"۔

(۲) باب میں مغائر ہو، جیسے: "أنبت الله نباتاً"، فعل بابِ افعال سے ہے جب کہ مفعول مطلق ثلاثی مجرد سے ہے۔

قاعدہ

کبھی مفعول مطلق کے فعل ناصب کو حذف کیا جاتا ہے جب کوئی قرینہ موجود ہو اور یہ حذف کبھی جوازی ہوتا ہے اور کبھی وجوبی۔

حذف جوازی کی مثال: جیسا کہ آپ اس شخص کو (جو سفر سے واپس آئے) کہے "خیر مقدم" ای: "قدمت قدوماً خیر مقدم" (آیا ہے تو بہتر آنا) یہاں قرینہ حالیہ کی وجہ سے فعل ناصب کو حذف کر دیا گیا ہے۔

حذف وجوبی کی مثال: سَقْيًا، شكراً، حمداً، رعياً،

ای: سقاك الله سقياً (پلائے تجھے اللہ تعالیٰ پلانا)

شكرتك شكرًا، وحمدت حمداً، ورعاك الله رعياً۔

(اللہ تعالیٰ نے رعایت کی تیری رعایت کرنا) واضح رہے کہ یہ حذف وجوبی سماعی یعنی اہل عرب سے ایسے سنا گیا ہے۔

بحث دوم در بیان مفعول بہٖ

خلاصہ

یہ بحث مفعول بہ کی تعریف اور اس کے احکام پر مشتمل ہے۔ جن کو چار فوائد اور پانچ قواعد نحویہ کی شکل میں بیان کیا جائے گا۔

تفصیل

مفعول بہٖ کی تعریف

مفعول بہ اس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو، جیسے: ''ضَرَبَ زیدٌ عمرًا''۔

یہاں ''عمراً'' مفعول بہ واقع ہو رہا ہے کیونکہ اس پر فاعل (زید) کا فعل (ضرب) واقع ہے۔

قاعدہ اولیٰ

کبھی مفعول بہٖ کو فاعل پر مقدم کیا جاتا ہے، جیسے: ''ضَرَبَ عمرًا زیدٌ''۔

قاعدہ ثانیہ

کبھی مفعول بہٖ کے فعل ناصب کو حذف کر دیا جاتا ہے جب کہ کوئی قرینہ موجود ہو، (قرینہ عام ہے خواہ حالیہ یا مقالیہ ہو) اور حذف کی دو صورتیں ہیں، (۱) حذف جوازی (۲) حذف وجوبی۔

حذف جوازی کی مثال جیسے کوئی شخص آپ سے پوچھے ''مَنْ اضرب'' (میں کس کو ماروں) اور آپ جواب میں کہے ''زیداً''، یعنی: ''اضرب زیداً''۔

اور دوسری صورت (حذف وجوبی) کے چار مقامات ہیں، پہلے سماعی باقی قیاسی ہیں۔

(ا) پہلا سماعی ہے یعنی اہل عرب سے ایسا ہی سنا گیا ہے، اور اس کی چار مثالیں ہیں:

مثال اول: ''امرأ ونفسه''، اصل عبارت یہ ہے: ''اترك امرأ ونفسه'' (چھوڑ دے مرد کو اور اس کی ذات کو)

مثال ثانی: ''انتھوا خیراً لکم''، (الآیة) اصل عبارت یہ ہے:''انتھوا عن التثلیث واقصد واخیراً لکم''۔ (تم اے انصاری تین کو ماننے سے رک جاؤ اور بہتر چیز (یعنی توحید) کا قصد کرو)۔

مثال ثالث: ''أھلاً'' اور مثال رابع:''سھلاً''۔

ان میں سے ہر ایک فعلِ محذوف کے لئے مفعول بہٖ ہے، پس اصل عبارت یوں ہوگی:

أتیت أھلاً ووطیت سھلاً (آیا ہے تو اپنے اہل میں، اور روندا ہے تو نے نرم زمین کو)

باقی تین مقامات قیاسی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ذکر کئے جاتے ہیں۔

۲: دوسرا مقام: تحذیر کا ہے اور یہ وہ اسم ہے جو بناء بر مفعولیت ''اتق'' یا اس جیسا فعل،''احذر'' یا''باعد'' یا''جانب'' وغیرہ کا مفعول ہو اور تحذیر کی دو قسمیں ہیں:

(ا) فعل مقدر کا معمول ہو اور اس کو مابعد سے ڈرایا جا رہا ہو، یعنی محذر اور محذر منہ دونوں مذکور ہوں، جیسے:''ایاك والأسد''، یہ اصل میں ہے:''اتقك والأسد''، پھر اس کو''اتق نفسك والأسد'' (بچالو اپنے آپ کو شیر سے اور شیر کو اپنے آپ سے) بنا دیا گیا اور تنگی مقام کی وجہ سے فعل کو حذف کر کے ''ایاك والأسد'' بنا دیا گیا۔

(۲) محذر منہ کا ذکر مکرر ہو، جیسے:الطریق الطریق (بچ تو راستہ سے) اصل میں تھا:اتق الطریق، تنگی مقام کی وجہ سے فعل کو حذف کر دیا گیا اور محذر منہ کو برائے تاکید مکرر لایا گیا۔

۳: تیسرا مقام: ''ماأضمر عامله علی شریطة التفسیر، (یعنی وہ مفعول بہٖ جس کے عامل کو اس شرط پر حذف کر دیا گیا ہو کہ اس کے عامل کی تفسیر آگے آ رہی ہے)۔

تعریف

وہ اسم ہے جس کے بعد کوئی ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو اس اسم کی ضمیر یا متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرتا ہو اور فعل یا شبہ فعل اس اعتبار سے ہوں کہ اگر اس فعل یا شبہ فعل کو بعینہ یا اس کے مناسب معنی کو اس اسم پر مسلط کرلیا جائے تو وہ اس اسم کو مفعولیت کی بناء پر نصب دے سکے۔

مثالیں

(۱) زیداً ضربته، اس جملہ میں "زیدًا" فعل محذوف کی وجہ سے منصوب مفعول بہ ہے اور وہ "ضربت" فعل ہے جس کی تفسیر بعد میں "ضربت" نے کردیا ہے۔ پس یہاں اگر "ضربت" کو بعینہ ضمیر سے ہٹا کر مسلط کیا جائے تو "زید" کو نصب دے سکتا ہے۔

(۲) "زیداً مررت به" یہاں "زیدًا" ایسے فعل محذوف کی وجہ سے منصوب ہے جو "مررت به" کے مناسب ہے، اور وہ "جاوزت" ہے، یعنی "جاوزت زیداً"۔

(۳) زیداً ضربت علامه "ضربت علامه" کے مناسب فعل محذوف یعنی "اهنت" فعل کی وجہ سے "زیدًا" منصوب مفعول بہ ہے۔ اور اس کے لئے بہت سی صورتیں ہیں۔

(۴) چوتھا منادی ہے۔

تعریف

منادی وہ مفعول ہے جس کو حرف ندا کے ذریعے پکارا گیا ہو، خواہ حرف نداء ملفوظ ہو، جیسے: "یا عبداللّٰه" یعنی: "ادعو عبداللّٰه"۔

یا حرف نداء مقدر ہو، جیسے: "یوسف أعرض عن هذا" (الآية)، یعنی: "یا یوسف، حرف نداء"، "ادعو" فعل کے قائم مقام ہوتا ہے اور حروف نداء کل پانچ ہیں:

یا، أیا، هیا، أی اور همزه مفتوحه۔

فائدہ اولیٰ

کبھی کبھی حرف نداء کو لفظوں سے حذف کردیا جاتا ہے، جب کہ کوئی قرینہ موجود ہو، جیسے: "یوسف

اعرض عن ھذا" "ای" یایوسف .... الخ۔

یہاں یوسف کے بعد میں آنے والے فعل امر حذف "یا" پر قرینہ ہے۔

قاعدہ ثانیہ کا نقشہ
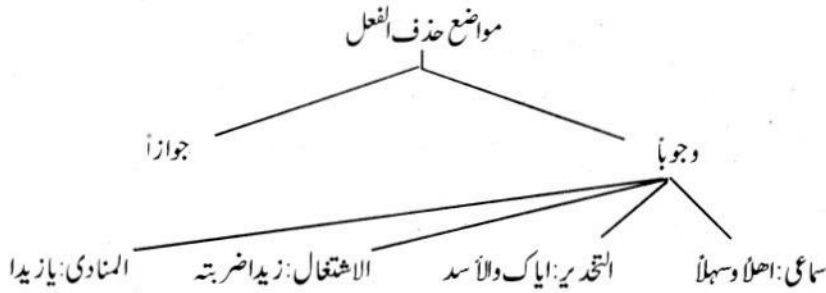
فائدہ ثانیہ

منادی کی کل چھ قسمیں ہیں:

(۱) منادی مفرد معرفہ ہو یعنی مضاف یا شبہ مضاف نہ ہو، یہ علامت رفع پر مبنی ہوگا، جیسے "یــــازیــد یارجل ،یازیدان ، اوریازیدون"۔

(۲) منادیٰ مستغاث باللام ہو اور یہ لام مفتوح ہوتا ہے اور یہ قسم مجرور ہوگی، جیسے: "یالزید"۔

(۳) ایسے منادیٰ جس کے آخر میں الف استغاثہ کالایا گیا ہو، یہ مبنی بر فتح ہوگا، جیسے: "یازیداہ"۔

(۴) منادیٰ مضاف ہو، جیسے: "یاعبداللّٰہ"۔

(۵) منادیٰ شبہ مضاف ہو، جیسے: "یاطالعاً جبلاً"۔

(۶) منادیٰ نکرہ غیر معینہ ہو، جیسے آندھا آدمی کہے "یــارجلاً خــذبیدی" (اے کوئی آدمی پکڑ تو میرا ہاتھ)۔

منادی کا نقشہ

مفرد معرفہ	یازید
مستغاث باللام	یازید
آخر میں الف استغاثہ ہو	یا زایداہ
مضاف ہو	یا عبداللّٰہ
مشابہہ مضاف ہو	یا طالعاً جبلاً
غیر معینہ ہو	یا رجلاً خذبیدی

قاعدہ رابعہ

جب منادیٰ معرف باللام ہو تو منادی اور حرف نداء کے درمیان لفظ "أيٌّ" (مذکر کے لئے) اور أيّة (مؤنث کے لئے) کے ذریعے فاصلہ لانا لازمی اور ضروری ہے، جیسے "یایھا الرجل" اور "یایتھا المرأۃ" واضح رہے۔ اس قاعدہ سے لفظ ''اللّٰہ'' مستثنیٰ ہے۔

قاعدہ خامسہ

منادی کے آخر کو تخفیف کے لئے حذف کر دینا جائز ہے، جس کو علم نحو میں ترخیم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ ترخیم منادیٰ میں بغیر ضرورت کے جائز ہے جب کہ غیر منادیٰ میں بوقت ضرورت شعری جائز ہوتی ہے۔ جیسے: ''یامالك'' کو ''مال'' پڑھا جائے اور ''یامنصور'' کو ''یا منص'' اور ''یاعثمان'' کو ''یا عثم'' پڑھا جائے۔

منادیٰ پر ترخیم کے بعد دو حرکتیں جائز ہیں۔

(۱) مبنی بر ضمہ، جیسے: یامالُ اس بناء پر منادیٰ مرخم مستقل منادی سمجھا جائے۔

(۲) حرکت اصلیہ کے ساتھ پڑھا جائے، جیسے: "یامالِ"

فائدہ ثالثہ

حروف نداء میں سے کبھی ''یا'' حرف نداء مندوب میں استعمال ہوتی ہے۔ مندوب اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کے وجود پر افسوس کا اظہار کیا جائے یا اس کے معدوم ہونے پر افسوس کیا جائے۔

جیسے:"یا مصیبتاہ" اور"یا زایداہ" اسی طرح لفظ"وا" استعمال کیا جاتا ہے۔جیسے:زیداہ

فائدہ رابعہ:"یا" اور"وا" کے درمیان فرق

لفظ"وا" مندوب کے ساتھ مختص ہے،منادیٰ میں اس کا استعمال درست نہیں جب کہ "یا"مندوب اور منادیٰ دونوں میں استعمال ہوتی ہے،"مندوب" اعراب اور بناء کے اعتبار سے منادیٰ کی طرح ہے۔

بحث سوم در بیان مفعول فیہ

خلاصہ

یہ بحث مفعول فیہ کی تعریف اور ایک فائدہ پر مشتمل ہے۔

تفصیل

مفعول فیہ کی تعریف

اس چیز کا نام ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو،خواہ وہ چیز زمان ہو یا مکان ہو،اور اس کو ظرف کہا جاتا ہے۔

فائدہ

ظرف زمان کی دو قسمیں ہیں:ظرف مبہم،ظرف محدود

ا:مبہم: وہ ہوتا ہے جس کے لئے معین حد نہ ہو،جیسے"دھر"(زمانہ)اور"حین"(وقت)

۲:محدود: وہ ہوتا ہے جس کے لئے معین حد ہو،جیسے:یوم، لیلة ، شھر اور سنة۔

اسی طرح ظرف مکان کی بھی دو قسمیں ہیں:

ظرف مکان مبہم کی مثال،جیسے:خَلفَ ، امَام۔

اور ظرف مکان محدود کی مثال،جیسے:الدار ، المسجد۔

مذکورہ اقسام کا حکم

ظروف زمان مطلقاً (خواہ مبہم ہوں یا محدود) حرف جر"فی" مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتے

ہیں، جیسے:''صمت دھرا''، ای : ''فی دھر''، اور''سافرت شھراً''، ای : ''فی شھر'' باقی ظرف مکان مبہم بھی''فی '' مقدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے۔جیسے:''جلستُ خلفك، وأما مك''۔

البتہ ظرف مکان محدود میں حرف جر''فی'' لفظوں میں موجود ہوتی ہے اور اپنے مدخول کو مجرور کر دیتی ہے، جیسے:''جلستُ فی الدار وفی السوق ، وفی المسجد''۔

بحث چہارم در بیان مفعول لہ

خلاصہ

یہ بحث مفعول لہ کی تعریف اور دو نحوی فائدوں پر مشتمل ہے۔

تفصیل

مفعول لہ کی تعریف

مفعول لہ اس چیز کا نام ہوتا ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے یا جس کے موجود ہونے کی وجہ سے وہ فعل واقع ہو جو اس مفعول لہ سے پہلے مذکور ہو، جیسے:''ضربت زیداً تادیباً'' پس یہاں ادب کے حاصل کرنے کے لئے ''ضرب'' فعل واقع ہوا ہے۔

اسی طرح:''قعدت عن الحرب جبناً'' (بیٹھا میں لڑائی سے بزدلی کی وجہ سے)

فائدہ اولیٰ

واضح رہے کہ علامہ ابن حاجبؒ کے نزدیک مفعول لہ کے منصوب ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ لام مقدرہ ہو، اور اگر لام مذکور ہو تو وہ مجرور ہوگا بہرحال دونوں صورتوں میں اسے مفعول لہ کہا جائے گا۔ اور جمہور نحاۃ کے نزدیک پہلی صورت میں مفعول لہ ہوگا دوسری صورت میں نہیں، بلکہ یہ جار مجرور سے تعبیر کریں گے۔

فائدہ ثانیہ

امام زجاج نحوی مفعول لہ کا انکار ہی کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ کلام عرب میں جہاں بھی مفعول لہ مستعمل ہو رہا ہے، وہ اصل میں مفعول مطلق ہوتا ہے۔ پس ان کے ہاں''ضربتہ تادیباً'' کی تقدیر عبارت یوں

ہوگی:"ضربته ادبته تادیباً" اسی طرح مثال ثانی کی تقدیر یہ ہوگی،"جبنت جبناً"۔

بحث پنجم در بیان مفعول معہ

خلاصہ

یہ بحث مفعول معہ کی تعریف اور ایک قاعدہ نحویہ پر مشتمل ہے۔

مفعول معہ کی تعریف

وہ اسم ہے جو واو (بمعنی مع) کے بعد فعل کے مفعول کے ساتھ مشترک ہونے کی وجہ سے ذکر کیا جائے، جیسے:" جاء البرد و الجبّات" (آئی سردی جبوں کے ساتھ) یعنی،مع الجبات۔

"جئت أنا وزیداً"، یعنی،مع زیدٍ (آیا میں زید کے ساتھ)

قاعدہ نحویہ

اگر اسم واو (بمعنی مع) کے بعد واقع ہو اور اس سے پہلے فعل ہو، خواہ لفظی ہو یا معنوی تو اس کی چار صورتیں ہیں:

(۱) واو سے پہلے فعل لفظی ہو اور عطف بھی جائز ہو، جیسے:"جئتُ انا وزیداً" تو اس صورت میں دو وجہیں جائز ہیں۔

[۱] منصوب بناء بر مفعولیت، جیسے:"جئت أنا وزیداً"۔

[۲] عطف کرنا، جیسے:"جئت أنا وزیدٌ"۔

(۲) فعل لفظی ہو اور عطف کرنا جائز نہ ہو، جیسے:"جئت وزیداً"۔

اس صورت میں بناء بر مفعولیت منصوب ہوگا، اور عطف اس لئے جائز نہیں کہ اسم کا عطف ضمیر مرفوع متصل پر بغیر تاکید کے درست نہیں ہے۔

(۳) فعل معنوی ہو، اور عطف بھی جائز ہو، جیسے:"مالزیدٍ وعمروٍ"۔

اس صورت میں عطف ہی متعین ہے، مذکورہ عبارت کے معنی ہیں:

"ما یصنع زیدٌ وعمروٌ" (کیا کرتا ہے زید وعمرو)

(۴) فعل معنوی ہو، اور عطف درست نہ ہو، جیسے: ''مالك وزيداً''۔

اور ''ماشانك وعمرا'' اس صورت میں واو کے بعد مذکور اسم بناء بر مفعولیت منصوب ہوگا، ان دونوں مثالوں میں فعل معنوی ہیں۔ اس لئے کہ پہلی مثال کے معنی ہیں ''ماتصنع وزيداً'' (یعنی کیا کرتا ہے تو ساتھ زید کے) اور ''ما شانُك وعمرا'' کے معنی ہیں ''ماتصنع وعمراً'' (کیا کرتا ہے تو ساتھ زید کے)

بحث ششم در بیان حال

خلاصہ

یہ بحث حال کی تعریف، ایک فائدہ نحویہ اور چار قواعد پر مشتمل ہے۔

تفصیل

حال کی تعریف

حال وہ لفظ ہے جو فاعل اور مفعول بہٖ یا دونوں کی هیئت (حالت) پر دلالت کرے۔

بالترتیب مثالیں یہ ہیں: ''جاء نی زیدٌ راکباً''۔ میں فاعل سے حال واقع ہے اور ''لقيت عمرا راكبين'' میں دونوں سے حال واقع ہے۔

یاد رکھیئے کہ فاعل کبھی لفظی ہوتا ہے، جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ اور کبھی معنوی فاعل ہوتا ہے جیسے: ''زيدٌ في الدار قائماً''۔

اس کے معنی ہیں: ''زيدٌ استقر في الدار قائماً''۔ پس ''قائماً'' استقر کی مثال معنوی سے حال واقع ہو رہا ہے۔ اگرچہ یہ مبتدا کے لئے خبر واقع ہے۔ لیکن اسم اشارہ سے معنی فعل سمجھا جاتا ہے، یعنی: ''أنبـــه''، یا'' اشير'' اسی وجہ سے ''زید'' فعل معنوی کی وجہ سے مفعول معنوی بن رہا ہے۔

فائدہ

حال میں عامل یا تو فعل ہوتا ہے (خواہ ملفوظ ہو یا مقدر ہو) یا فعل معنوی ہوتا ہے۔

قاعدہ اولیٰ

حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور ذوالحال اکثر معرفہ ہوتا ہے جیسا کہ اُمثلہ مذکورہ سے واضح ہے۔

قاعدہ ثانیہ

اگر ذوالحال نکرہ محضہ ہو، تو اس وقت حال کو ذوالحال پر مقدم کرنا واجب ہے تا کہ ذوالحال کے منصوب ہونے کی صورت میں حال کا صفت کے ساتھ التباس لازم نہ آئے، جیسے: "رأیت رُجلا راکباً"۔ اس مثال میں "راکباً"، رجلاً کے لئے صفت بھی بن سکتا ہے اور اس سے حال بھی واقع ہوسکتا ہے۔ اب اگر اس کو مقدم نہ کیا جائے تو صفت اور حال کے درمیان التباس لازم آئے گا۔

اس لئے حال کی صورت میں حال کو ذوالحال پر مقدم کیا جائے گا نصب کے علاوہ باقی صورتوں میں اگر چہ التباس نہیں، لیکن وہ اس صورت پر محمول کر دیئے جاتے ہیں۔

قاعدہ ثالثہ

اکثر تو حال مفرد واقع ہوتا ہے، لیکن کبھی کبھی جملہ خبریہ بھی واقع ہوتا ہے۔ یہ جملہ عام ہے خواہ جملہ اسمیہ ہو، جیسے: ''جاء نی زیدٌ وغلامه راکبٌ'' یا جملہ فعلیہ ہو، جیسے: ''جاء نی زیدٌ ویرکب غلامه''، پہلی مثال میں ''غلامه راکب''، جملہ اسمیہ حال واقع ہو رہا ہے۔

جب کہ دوسری مثال میں "یرکب غلامه" جملہ فعلیہ حال واقع ہو رہا ہے۔

قاعدہ رابعہ

کبھی کبھی حال کے عامل کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ جب کوئی قرینہ موجود ہو۔ جیسے مسافر کو آتے وقت کہا جائے، ''سالماً غانماً'' یعنی: ''ترجع سالماً غانماً'' (تو لوٹتا ہے اس حال میں کہ سلامتی والا ہے، غنیمت حاصل کرنے والا ہے)

بحث ہفتم در بیان تمیز

منصوبات کی ساتویں قسم تمیز ہے۔

خلاصہ

اس بحث میں تمیز کی تعریف، اور اس کی اقسام مذکور ہیں جو فائدہ کی صورت میں بیان کی جائے گی۔

تفصیل

تمیز کی تعریف

وہ اسم ہے جو ذاتِ مذکورہ یا مقدرہ سے اس ابہام (پوشیدگی) کو دور کرلے جو کہ اس کے معنی موضوع لہ میں راسخ (ثابت) ہو چکا ہے، جیسے: "عندی رطل زیتاً"۔

فائدہ

تمیز کی تین قسمیں ہیں:

(۱) مفرد مقدار سے ابہام کو دور کرے۔

(۲) مفرد غیر مقدار سے ابہام کو دور کرے۔

(۳) نسبت سے ابہام کو دور کرے۔

پہلی قسم کی پانچ صورتیں ہیں:

(۱) عدد سے ابہام کو دور کرے، جیسے: "عندی عشرون درهماً" عشرون میں ابہام تھا، درهماً نے اس کو دور کردیا۔

(۲) کیل سے ابہام کو دور کرے، جیسے: "عندی قفیزان بُرًّا" (میرے پاس دو قفیز ہیں، از روئے گندم کے) قفیز ایک پیمانہ کا نام ہے جس سے گندم وغیرہ کا اندازہ لگایا جاتا ہے، پس ان میں ابہام تھا "برًّا" نے اس ابہام کو دور کردیا۔

(۳) وزن سے، جیسے: "عندی منوان سمناً" (میرے پاس دو سیر ہیں از روئے گھی کے)

(۴) مساحت (پیمائش) سے، جیسے: "عندی جریبان قطنا" (میرے پاس دو جریب ہیں از روئے کپاس کے) جریب زمین ناپنے کا آلہ ہے۔

(۵) مقیاس سے ابہام کو دور کرے، مقیاس وہ چیز ہے جس سے اندازہ کیا جائے، جیسے: "علی التمرة

مثلها زبداً"۔ (کھجور پر اس کی مثل ہے از روئے مکھن کے)

عرب ایسا کرتے ہیں کہ کھجور کو مکھن کے ساتھ ملا کر کھاتے ہیں۔

۲: دوسری قسم: مفرد غیر مقدار سے ابہام کو دور کرے، جیسے: "هذا خاتمٌ حديداً" (یہ انگوٹھی ہے از روئے لوہے کی)

"وهذا سوارٌ ذهباً" (یہ کنگن ہے از روئے سونے کی)

اس قسم کو اکثر مجرور پڑھا جاتا ہے۔

۳: تیسری قسم: جملہ کی نسبت سے ابہام کو دور کرے، جیسے: "طاب زيدٌ نفساً" (اچھا ہے زید از روئے نفس کے)

یہاں "نفساً" اس نسبت سے تمیز واقع ہے جو فعل (طاب) فاعل (زید) کے درمیان واقع ہے۔

اگر علم کے اعتبار سے اچھا ہو تو کہا جائے گا: "طاب زيدٌ علماً"۔

مذکورہ اقسام نقشہ کی صورت میں
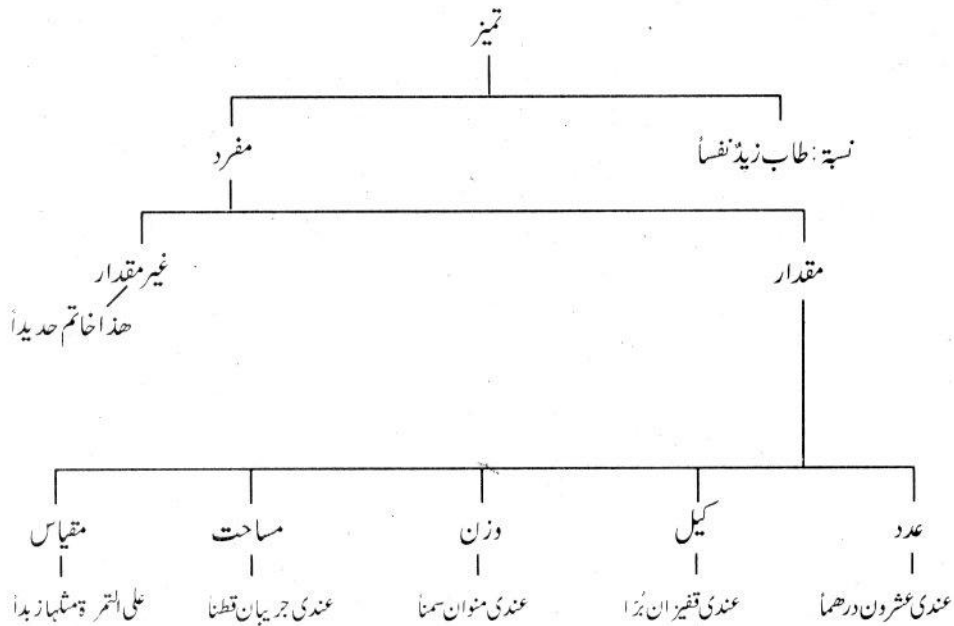
بحث ہشتم در بیان مستثنیٰ

خلاصہ

یہ بحث مستثنیٰ کی تعریف اور چار فوائد نحویہ پر مشتمل ہے۔

تفصیل

مستثنیٰ کی تعریف

مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو ''الا'' اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہوتا کہ معلوم ہو جائے کہ اس کی طرف وہ حکم منسوب نہیں ہے جو ''الا'' اور اس کے اخوات کے ماقبل (مستثنیٰ منہ) کی طرف منسوب ہے، جیسے: ''فسجد الملائیکة إلا ابلیس'' (الآیة)

فائدہ اولیٰ

مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں: متصل اور منقطع۔

(۱) متصل

مستثنیٰ متصل وہ ہے جس کو ''إلا'' اور اس کے اخوات کے ذریعے متعدد سے نکالا گیا ہو، کیونکہ یہ پہلے ان متعدد میں داخل تھا، جیسے: ''جاء نی القوم إلا زیداً''۔ یہاں ''زید'' قوم میں داخل تھا، لیکن اس کو إلا کے ذریعے مجیئت کے حکم (جو قوم کی طرف منسوب ہے) سے نکالا گیا۔

(۲) مستثنیٰ منقطع

وہ ہے جو إلّا اور اس کے اخوات کے بعد مذکور ہو اور متعدد سے نہ نکالا گیا ہو، کیونکہ یہ متعدد (مستثنیٰ منہ) میں پہلے سے داخل ہی نہیں تھا، جیسے: ''جاء نی القوم إلّا حماراً''، اب یہاں ''حمار'' قوم میں داخل

نہیں تھا۔

فائدہ ثانیہ: اقسام اعراب مستثنیٰ

مستثنیٰ کے اعراب کی چار قسمیں ہیں: (۱) نصب، (۲) دو وجہیں، (۳) اعراب عامل کے مطابق (۴) جر۔

۱: پہلے اعراب یعنی نصب کے پانچ مقامات ہیں، ان پانچ مقامات میں مستثنیٰ ہمیشہ کے لئے منصوب ہوگا۔

(۱) مستثنیٰ متصل ہو "الّا" کے بعد واقع ہو اور کلام موجب میں ہو، یعنی یہ تین شرائط موجود ہوں، جیسے: "جاء نی القوم إلّا زیداً"۔

(۲) مستثنیٰ منقطع واقع ہو، جیسے: "جاء نی القوم إلا حماراً"۔

(۳) مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو، جیسے: "جاء نی القوم إلّا زیداً أحدٌ"۔

(۴) "خلا" اور "عدا" کے بعد واقع ہو، یہ اکثر علماء کے نزدیک منصوب ہوتا ہے۔

(۵) ماخلا، ماعدا، لیس اور لا یکون کے بعد واقع ہو۔

۲: دوسرا اعراب دو وجہیں جائز ہوں، یہ ہر اس مقام میں جائز ہیں جہاں مستثنیٰ "الّا" کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ بھی مذکور ہو پس منصوب بناء بر استثناء ہوگا اور ماقبل کے اعراب کے مطابق بناء بر بدلیت ہوگا، جیسے: "ماجاء نی أحدٌ إلّا زیداً أو زیدٌ"۔

۳: تیسرا اعراب (جہاں مستثنیٰ کا اعراب عامل کے مطابق ہو) یہ وہاں ہوگا جہاں مستثنیٰ مفرغ ہو، (یعنی مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو) اور کلام غیر موجب میں واقع ہو، جیسے: "ما جاء نی إلّا زیدٌ، مارأیت إلّا زیداً، ما مررت إلّا بزید"۔

۴: چوتھا اعراب (یعنی جر) جب مستثنیٰ، غیر، سویٰ اور سواء کے بعد واقع ہو۔ اسی طرح "حاشا" کے بعد واقع ہو تو اکثر کے نزدیک مجرور ہوگا، جیسے: جاء نی القوم غیر زید، وسوی زید وسواء زیدٍ، وحاشا زیدٍ۔

اعراب مستثنٰی کا نقشہ
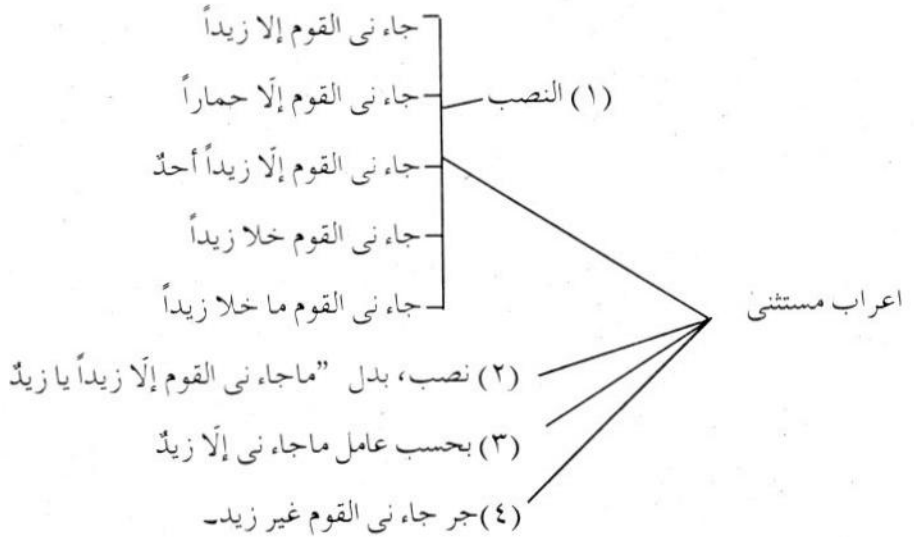
فائدہ ثالثہ

کلمہ ''غیر'' جب باب استثناء میں مستعمل ہوتو اس کا اعراب مستثنٰی بالّا والا ہوگا، اور مستثنٰی بالّا کی مذکورہ اقسام کا اعراب ''غیر'' پر جاری ہوگا، جیسے: ''جاء نی القوم غیر زید وغیر حمارٍ، وماجاء نی غیر زید القوم''۔

یہ تینوں مثالیں پہلے اعراب کی ہیں۔

اور ''ماجاء نی أحدٌ غیرُ زید أو غیر زید'' دوسرے اعراب کی مثال ہے، جب کہ ''ماجاء نی غیرُ زید، ومارأیت غیر زید، وما مررت بغیر زیدٍ''، تیسرے اعراب کی مثالیں ہیں۔

فائدہ رابعہ

کلمہ ''غیر'' میں اصل یہ ہے کہ ماقبل کی صفت واقع ہو، جیسے ''جاء نی رجلٌ غیرُ زید'' کبھی ''الا'' پر

محمول کر کے استثناء کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ کلمہ "إلّا" میں اصل استثناء ہے، لیکن کبھی کبھی صفت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے، جیسے اللہ کا فرمان ہے: "لو كان فيهما الهة إلا الله لفسدتا" یہاں "الا اللّٰہ" بمعنی "غير الله" الھۃ کی صفت ہے، اسی طرح کلمہ طیبہ " لا إله الا الله " میں "إلّا" بمعنی "غیر" ہے۔

بحث نہم در بیان خبر افعال ناقصہ

منصوبات کی نویں قسم افعال ناقصہ (کان وغیرہ) کی خبر ہے۔

خلاصہ

یہاں اس بحث میں افعال ناقصہ کی خبر کی تعریف اور ایک فائدہ کا ذکر ہے۔

تعریف

افعال کی خبر وہ ہے جو ان کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو، جیسے: "كان زيدٌ قائماً"، زید اسم ہے اور قائماً منصوب خبر ہے۔

فائدہ

افعال ناقصہ کی خبر کا حکم سب احکام میں مبتداء کی خبر کی طرح ہے۔ یعنی جیسے مبتدا کی خبر، مفرد، نکرہ، واحد، تثنیہ اور جمع آسکتی ہے اسی طرح ان افعال کی خبر بھی آسکتی ہے، البتہ ایک فرق ضرور ہے کہ مبتدا کی خبر جب معرفہ ہو، تو اس کو مبتدا پر مقدم کرنا درست نہیں، لیکن افعال ناقصہ کی خبر اگر معرفہ ہو تو اس کو مقدم کرنا جائز ہے، جیسے: "كان القائم زيدٌ"۔

بحث دہم در بیان اسم حروف مشبہ بالفعل

دسویں قسم منصوبات میں سے حروف مشبہ بالفعل کا اسم ہے۔

تعریف

وہ اسم ہوتا ہے جو ان حروف کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو، جیسے: "ان زيداً قائمٌ"

بحث یازدھم دربیان اسم لائے نفی جنس

منصوبات کی گیارہویں قسم وہ اسم ہے جولائے نفی کی وجہ سے منصوب ہو۔

خلاصہ

یہ بحث لائے نفی جسن کے اسم کی تعریف، ایک فائدہ اور دو قاعدوں پر مشتمل ہے۔

تعریف

وہ اسم ہوتا ہے کہ ''إنّ ''اور اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو، اس شرط پر کہ اس کا اسم بلا فاصلہ نکرہ مضاف یا شبہ مضاف واقع ہو، جیسے: ''لا غلام رجل فی الدار، لا عشرین درھما فی الکیس'' (نہیں ہیں بیس درہم جیب میں) پہلی مثال مضاف کی ہے جب کہ دوسری مثال مشبہ بالمضاف کی ہے۔

فائدہ

مذکورہ تعریف سے تین شرائط معلوم ہوئیں: (۱) لائے نفی جنس اور اس کے اسم کے درمیان فاصلہ نہ ہو (۲) نکرہ مضاف ہو (۳) نکرہ شبہ مضاف ہو۔

پس ان مذکورہ شرائط میں سے اگر کوئی شرط نہ پائی جائے تو یہ عمل نہ ہوگا، مثلاً اگر لائے نفی کے بعد نکرہ ہو، لیکن مضاف نہ ہو تو مبنی برفتحہ ہوگا، جیسے: ''لا رجل فی الدار''۔

اسی طرح اگر بعد والا اسم معرفہ ہو یا نکرہ ہو لیکن اس کے اور اس کے اسم کے درمیان فاصلہ ہو، تو ان دونوں صورتوں میں بعد والا اسم مرفوع ہوگا اور دوسرے اسم کے ساتھ ''لا'' کا تکرار ضروری ہوگا، جیسے: ''لا زیدٌ فی الدار ولا عمروٌ'' اور ''لافیھا رجل ولا امراء ۃ''۔

قاعدہ اولیٰ

جہاں لائے نفی جنس بطریق عطف کے مکرر ہو اور دونوں کا اسم مفرد نکرہ بلا فاصلہ واقع ہو، جیسے: ''لا حَولَ ولا قوّۃ اِلّا باللّٰہ''، تو اس جیسی ترکیب میں باعتبار اعراب کے پانچ صورتیں جائز ہیں۔

(۱) دونوں اسم مبنی بر فتحہ ہوں اس بناء پر کہ دونوں لائے نفی جنس کے اسم ہیں۔

(۲) دونوں بناء بر مبتداء ہونے کی وجہ سے مرفوع ہوں۔

(۳) پہلا مفتوح (لائے نفی جنس کے اسم ہونے کی وجہ سے) اور دوسرا اسم تنوین کے ساتھ منصوب ہو، اس لئے کہ ''حول'' کے لفظ پر عطف ہوگا۔

(۴) پہلا مفتوح، اور دوسرا بنا بر ابتداء مرفوع ہو۔

(۵) پہلا مرفوع، اور دوسرا مفتوح ہو۔

واضح رہے کہ ان پانچ صورتوں میں عطف کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) ہر ایک کے لئے علیحدہ خبر محذوف مان لی جائے، تقدیر عبارت یوں ہوگی ''لا حول عن المعصية ثابت بأحد إلّا بالله''، ''ولا قوة على الطاعة ثابت بأحد إلّا بالله''، یعنی عطف الجملہ علی الجملہ ہو۔

(۲) ایک خبر محذوف مان لی جائے، تقدیر عبارت یوں ہوگی: ''لاحول ولا قوة ثابتان بأحد إلا بالله''، یعنی عطف المفرد علی المفرد ہو۔

قاعدہ ثانیہ

جب قرینہ موجود ہو تو ''لا'' کے اسم کو حذف کرنا جائز ہے۔ جیسے: ''لا عليك'' اصل عبارت یہ ہے: ''لا بأس عليك''۔ یہاں پر قرینہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس حرف پر داخل نہیں ہوتا، لہٰذا یہاں اسم محذوف ہوگا۔

بحث دوازدھم در بیان خبر ماولا المشبہتین بلیس

''ماولا'' کی خبر منصوبات کی آخری قسم ہے۔

خلاصہ

یہ بحث ''ماولا'' کی خبر کی تعریف اور دو نحوی فائدوں پر مشتمل ہے۔

تعریف

''مـا'' و ''لا'' کی خبر وہ اسم ہے جو ان دونوں میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوا کرتی ہے۔ جیسے: ''مازيد قائما''، ''لا رجل فی الدار''۔

فائدہ اولیٰ

"ما" و"لا" کے عمل کے لئے تین شرائط ہیں:

۱: خبر "الا" کے بعد واقع نہ ہو۔

۲: ترتیب برقرار ہو، یعنی پہلے اسم، پھر خبر ہو۔

۳: ما کے بعد "ان" زائدہ نہ ہو۔

ان شرائط مذکورہ میں سے اگر کوئی شرط نہ پائی جائے تو ان کا عمل باطل ہو جائے گا۔

پس: "ما زیدٌ الّا قائمٌ" میں "ما" غیر عاملہ ہے کیونکہ پہلی شرط موجود نہیں اور "ما قائمٌ زیدٌ" میں دوسری شرط نہ ہونے کی وجہ سے "ما" عمل نہیں کرتی۔

اور "ما إن زیدٌ قائمٌ" میں "ما" تیسری شرط نہ ہونے کی وجہ سے غیر عاملہ ہے۔

فائدہ ثانیہ

"مـا" و"لا" مشبہتان بلیس کے عمل میں اختلاف ہے، اہل حجاز کے ہاں یہ دونوں عامل ہیں، لیکن بنوتمیم قبیلہ ان دونوں کو عمل نہیں دیتے، وہ کہتے ہیں کہ یہ دونوں جیسے پہلے سے مبتدا اور خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع تھے، ان کے داخل ہونے کے بعد ویسے ہی مرفوع ہوں گے، اہل حجاز کا مذہب راجح ہے کیونکہ انہیں کی لغت پر قرآن اترا ہے۔ جیسے قرآن میں ہے:

"ما هذا بشراً" (الآية)

اور بنوتمیم کی اصل زہیر نامی شاعر کا قول ہے:

"ومهفهفٍ كالغصن قلت له انتسب

فأجاب ماقتل المحب حرامٌ"

شعر کا ترجمہ

بہت پتلی کمر والے شاخ کی مثل (نزاکت اور لطافت میں) میں نے اس کو کہا تو نسب بیان کر، تو اس نے جواب دیا کہ میرے نزدیک محبوب کے عاشق کو قتل کرنا حرام نہیں۔

موضع استشہاد

بنوتمیم کہتے ہیں کہ "ما" کے بعد دونوں اسم مبتدا اور خبر کی بناء پر مرفوع ہیں، پس "قتل المحب" مبتدا اور "حرام" خبر ہے۔

شعر کی ترکیب

"واو" بمعنی "رب"، "مهفهف" لفظاً مجرور مبتدا "قلت" فعل فاعل قول "له" جار مجرور "قلت" کے ساتھ متعلق ہوئے "انتسب" فعل فاعل مقولہ، قول اپنے مقولہ کے ساتھ مل کر معطوف علیہ "فا" عاطفہ "اجاب" فعل با فاعل "ما" نافیہ "قتل المحب" مضاف علیہ مبتدا "حرام" خبر، مبتدا اور خبر مل کر محل نصب میں مفعول "اجاب" کے لئے یہ فعل، فاعل اپنے مفعول بہ کے ساتھ مل کر معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف کے ساتھ مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ خبر یہ لفظاً انشائیہ معنی۔

منصوبات کی فصل مکمل ہوگئی۔

والحمد كله لله

فصل چہارم در بیان مجرورات

اسماء مجرورات صرف مضاف الیہ ہے، چونکہ اس کے انواع اور اقسام ہیں اس لئے علم نحو کی کتابوں میں اس کے لئے جمع کا صیغہ استعمال ہوتا ہے۔

خلاصہ

یہ بحث مضاف الیہ کی تعریف، تین قواعد نحویہ اور دو نحوی فوائد پر مشتمل ہے۔

تفصیل

مضاف الیہ کی تعریف

مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کسی چیز کی نسبت کی گئی ہو (خواہ فعل کی ہو یا اسم کی) بواسطہ حرف جر کے، خواہ وہ حرف جر ملفوظ ہو جیسے: ''مررت بزیدٍ'' یا حرف جر مقدر ہو، جیسے: ''غلام زیدٍ''، اصل میں ''غلام لزیدٍ'' تھا۔

پس اگر حرف جر ملفوظ ہو تو نحویوں کی اصطلاح میں اسے جار مجرور سے تعبیر کیا جاتا ہے، اگر حرف جر مقدر ہو تو پھر مضاف مضاف الیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قاعدہ اولیٰ

جب کسی اسم کی دوسرے اسم کی طرف اضافت کی جائے تو مضاف کو تنوین یا قائم مقام تنوین (یعنی نون تثنیہ، وجمع) سے خالی کرنا واجب ہے۔

جیسے: ''جاء نی غلام زیدٍ''

''جاء نی غلاما زیدٍ''

''جاء نی مسلمو مصرٍ''

فائدہ اولیٰ

اضافت کی دوقسمیں ہیں: اضافت معنویہ اور اضافت لفظیہ۔

اضافت معنویہ کی تعریف:

اضافت معنویہ وہ ہے کہ جس میں مضاف الیہ صیغہ صفت نہ ہو، جو اپنے معمول کی طرف مضاف ہو، یہاں پر صیغۂ صفت سے مراد، اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہہ اور اسم تفضیل ہے اور معمول سے مراد فاعل اور مفعول ہیں۔

اضافت معنوی کی اقسام

اضافت معنویہ کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اضافت لامیہ: وہ ہوتی ہے جس میں مضافت الیہ نہ مضاف کی جنس میں سے ہو اور نہ مضاف کے لئے ظرف ہو، جیسے: ''غلام زید''

(۲) اضافت بیانیہ: وہ ہوتی ہے جس میں مضاف الیہ مضاف کی جنس میں سے ہو، جیسے: ''خاتم فضة''، یعنی ''خاتم من فضة''۔

(۳) اضافت فویہ: وہ ہے جس میں مضاف الیہ مضاف کے لئے ظرف ہو، جیسے: ''صلوة الليل''، یعنی: ''صلوة في الليل''۔

اضافت معنوی کا فائدہ

اگر اسم معرفہ کی طرف مضاف ہو تو یہ اضافت تعریف کا فائدہ دیتی ہے، اور اگر نکرہ کی طرف مضاف ہو تو تخصیص کا فائدہ دیتی ہے، جیسے: ''غلام رجلٍ''

پس چونکہ یہ اضافت مضاف میں تعریف اور تخصیص والے معنی کا فائدہ دیتی ہے اس لئے اس کو اضافت معنوی (معنی کی طرف منسوب) کیا جاتا ہے۔

اضافت لفظیہ کی تعریف

اضافت لفظیہ وہ اضافت ہوتی ہے جس میں صیغۂ صفت اپنے معمول کی طرف مضاف ہو اور یہ

اضافت معنی کے اعتبار سے تقدیرِ انفصال میں ہے، یعنی اضافت تو اتصال کا تقاضا کرتی ہے لیکن یہاں پر بمنزلہ انفصال کے ہے اس لئے کہ عامل و معمول والے معنیٰ جس طرح پہلے موجود تھے اب بھی باقی ہیں، اس اضافت نے معنی میں کوئی تبدیلی نہیں لائی، پس ''ضارب زید'' کے معنی وہی ہیں جو ''ضاربٌ زیداً'' کے ہوتے ہیں۔

مذکورہ امر کو ''صاحب ھدایۃ النحو'' نے اپنی عبارت ''وھی فی تقدیر الانفصال'' کے ذریعے بیان فرمایا ہے۔

قاعدہ ثانیہ

جب اسم یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو تو ان کی پانچ صورتیں ہیں، ہر صورت کا حکم مختلف ہوتا ہے۔

(۱) اگر اسم صحیح یا جاری مجری صحیح یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہو تو یاء کی مناسبت کی وجہ سے ماقبل کو کسرہ دیا جائے گا اور یاء کو ساکن پڑھا جائے گا جبکہ فتحہ کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے۔ جیسے: ''غلامی'' اور ''ولوی'' اور ''ظبی''۔

(۲) اگر اسمِ مضاف کے آخر میں الف ہو (خواہ وہ الف تثنیہ کا ہو یا غیر تثنیہ کا) تو یاءِ متکلم کی طرف اضافت کے وقت اس کو برقرار رکھا جائے گا۔

جیسے: ''عصای، رُحای، غلامای'' البتہ قبیلہ ھذیل کے نزدیک اس کو ''یاء'' کے ساتھ تبدیل کر کے ''یاء'' کو ''یاء'' میں مدغم کر دیا جائے گا۔ پس ان کے ہاں ''عصای'' اور ''رحای'' کو ''عصیَّ'' اور ''رحیَّ'' پڑھا جائے گا۔

(۳) اگر اسمِ مضاف کے آخر میں ''یا'' ماقبل کسرہ ہو تو یاءِ متکلم کی طرف اضافت کے وقت یاء کو ''یا'' میں مدغم کر کے دوسری یاء کو فتحہ دیا جائے گا۔ تاکہ التقائے ساکنین لازم نہ آئے: پس ''قاضی'' کو ''قاضِیَّ'' پڑھا جائے گا۔

(۴) اگر اسمِ مضاف کے آخر میں واو ماقبل مضموم ہو، تو اضافت کے وقت ''واؤ'' کو ''یاء'' کے ساتھ تبدیل کیا جائے گا اور ماقبل کو کسرہ دے کر ''یاء'' کو ''یاء'' میں مدغم کر دیا جائے گا، جیسے: ''مُسلُموی'' سے ''مسلِمِیَّ''۔

(۵) اگر اسماءِ ستہ مکبرہ یاءِ متکلم کی طرف مضاف ہوں تو أب، أخ اور ھن کو أبی، أخی، ھنی پڑھا

جائے گا۔اور "فـم" اکثر علماء کے نزدیک "فِـيَّ" پڑھا جاتا ہے، جب کہ بعض کے نزدیک "فَـمِـيْ" پڑھا جاتا ہے۔

قاعدہ ثالثہ

"ذو"ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا بلکہ اس کی اضافت اسم جنس کی طرف ہوتی ہے۔

اورشاعر کا قول:"انّما یعرف ذا الفضل من الناس ذووہ"

(فضیلت والے آدمیوں کوفضیلت والے ہی پہنچاتے ہیں)

شاذ ہے،یعنی اس پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

فائدہ ثانیہ

جب اسماء ستہ مکبرہ (سوائے "ذو" کے) کسی کی طرف مضاف نہ کیا جائے تو اَخٌ، اُبٌ، حَـمٌ، هَـنٌ اورفمٌ پڑھا جائے گا،البتہ "ذو" مقطوع عن الإضافة، استعمال ہوتا ہی نہیں۔

واضح رہے کہ یہ ساری بحث اس مضاف الیہ کی تھی جو تقدیرِ حرف جر کے ذریعے مجرور تھا اور جو حرف جر لفظی کے ساتھ مجرور ہو تو اس کا ذکر انشاءاللہ حروف کی بحث میں آئے گا۔

مجرورات کی فصل مکمل ہوگئی۔والحمد للہ

☆......☆......☆

فصل پنجم در بیان توابع

یہ فصل توابع کے بیان میں ہے اور یہ پانچ ابحاث پر مشتمل ہے۔

گزشتہ اسماء معربہ (مرفوعات، منصوبات، مجرورات) کا اعراب بالاصالۃ تھا کہ عوامل ان پر داخل ہوتے ہیں، لیکن کبھی اسم کا اعراب اپنے ماقبل کے تابع ہونے کی حیثیت سے ہوتا ہے اور اس کو تابع کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اعراب میں اپنے ماقبل کے اعراب کے تابع ہوتا ہے۔

تابع کی تعریف

ہر وہ دوسرا تابع ہے جو اپنے ماقبل کے اعراب کے موافق ہو اور دونوں کے اعراب کی جہت ایک ہو، مثلاً اگر پہلا فاعلیت کی وجہ سے مرفوع ہے تو یہ دوسرا بھی فاعلیت کی وجہ سے مرفوع ہو اور توابع کل پانچ ہیں، نعت، عطف بالحرف، تاکید، بدل اور عطف بیان۔ ان کی تفصیل پانچ ابحاث میں ہوگی۔

بحث اول در بیان نعت

خلاصہ

یہ بحث نعت کی تعریف، دو فائدوں اور دو نحوی قاعدوں پر مشتمل ہے۔

نعت کی تعریف

وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع یا متعلقِ متبوع میں ہو، جیسے: ''جاء نی رجلٌ عالمٌ'' اور ''جاء نی رجلٌ عالمٌ أبوہ'' نعت کا دوسرا نام صفت ہے۔

فائدہ اولیٰ

صفت کی دو قسمیں ہیں: صفت بحال الموصوف، صفت بحال متعلق الموصوف۔

(۱) صفت بحال الموصوف، وہ ہوتی ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں موجود ہو، جیسے:

"جاء نی رجل عالمٌ"۔

(۲) صفت بحال متعلق الموصوف وہ صفت ہوتی ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو موصوف کے متعلق میں موجود ہو، جیسے: "جاء نی رجلٌ عالمٌ أبوه"، صفت کی پہلی قسم دس چیزوں میں متبوع کے موافق ہوتی ہے جو بیک وقت ان دس میں سے چار چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے، تعریف، تنکیر، تذکیر، تانیث، افراد، تثنیہ، جمع، رفع، نصب، جر، جیسے: "جاء نی رجلٌ عالمٌ، رجلان عالمان، ورجالٌ عالمون، وزید العالم وإمراة عالمةٌ"۔

اور دوسری قسم پانچ چیزوں میں متبوع کے موافق ہوتی ہے، یعنی اعراب، (رفع، نصب، جر) تعریف، تنکیر، میں جن میں سے بیک وقت دو کا پایا جانا ضروری ہے، جیسے: "ربنا أخرجنا من هذه القرية الظالم أهلها"۔ (الآية)

مذکورہ آیت میں "الظالم" صفت ہے، "القرية" کے لئے۔

فائدہ ثانیہ

صفت کے پانچ فائدے ہیں۔

(۱) موصوف کی تخصیص، جب کہ موصوف صفت دونوں نکرہ ہوں، جیسے: "جاء نی رجلٌ عالمٌ"۔

(۲) موصوف کی توضیح (یعنی معرفہ کے اجمال کو دور کرنا) جب کہ دونوں معرفہ ہوں، جیسے: "جاء نی زیدٌ الفاضلُ"۔

(۳) موصوف کی مدح اور ثناء، جیسے: "بسم الله الرحمٰن الرحيم"۔

(۴) موصوف کی مذمت، جیسے: "اعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم"۔

(۵) موصوف کی تاکید، جیسے: "نفخة واحدةٌ"، کیونکہ فعلة وزن خود وحدت پر دلالت کرتا ہے۔

قاعدہ اولیٰ

جملہ خبریہ نکرہ کی صفت واقع ہوسکتا ہے جیسا کہ مفرد صفت واقع ہوسکتا ہے، البتہ جملہ کے صفت واقع ہونے کے لئے تین شرائط ہیں:

(۱) موصوف نکرہ ہو (۲) جملہ خبریہ ہو نہ کہ انشائیہ (۳) جملہ خبریہ میں ایک ضمیر ہو جو موصوف کی طرف لوٹ رہی ہو، جیسے: ''مررت برجل أبوه عالمٌ'' مذکورہ مثال میں ''ابوه عالم'' جملہ اسمیہ رجل کے لئے صفت واقع ہو رہا ہے اور تینوں شرائط اس میں پائے جا رہی ہیں اور جملہ فعلیہ کی مثال، جیسے: ''مررت برجل قام أبوه''۔

قاعدہ ثانیہ

ضمیر نہ موصوف واقع ہو سکتی ہے اور نہ ہی کسی کی صفت واقع ہو سکتی ہے۔

بحث دوم در بیان عطف بحروف

توابع کی دوسری قسم عطف بالحرف ہے۔

خلاصہ

یہ بحث عطف بالحرف کی تعریف اور چار قواعد نحویہ پر مشتمل ہے۔

تفصیل

عطف بالحروف کی تعریف

وہ تابع ہے جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی جائے جو اس کے متبوع (معطوف علیہ) کی طرف کی گئی ہو اور ہر دو اس نسبت سے مقصود ہوں اور اس کا دوسرا نام عطف نسق ہے۔

عطف بالحروف کے لئے شرط یہ ہے کہ تابع اور متبوع کے درمیان میں حروف عاطفہ میں سے کوئی حرف عطف ہو (اور حروف عاطفہ کی بحث انشاء اللہ حروف کی فصل میں آئے گی)، جیسے: ''قام زیدٌ وعمروٌ''۔

قاعدہ اولیٰ

جب ضمیر مرفوع متصل (خواہ بارز ہو یا مستتر) پر عطف ڈالا جائے تو اس وقت اس ضمیر کی تاکید ضمیر منفصل سے لانا ضروری ہے، جیسے: ''ضربت أنا وزیدٌ'' یہاں ''زید'' ضمیر مرفوع متصل پر عطف ہے اور اس کی تاکید ''انا'' ضمیر منفصل سے لائی گئی ہے۔

ہاں! جب ضمیر مرفوع متصل معطوف علیہ اور اس کے معطوف اسم ظاہر کے درمیان فاصلہ ہو تو ضمیر منفصل تاکید کے لئے ضروری نہیں، جیسے: "ضربت الیوم وزیدٌ"۔

قاعدہ ثانیہ

جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو اس وقت معطوف پر حرف جر کا اعادہ ضروری ہے، جیسے: "مررت بك وبزید"۔

قاعدہ ثالثہ

معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے، یعنی جو چیز معطوف علیہ کے لئے جائز ہوگی تو معطوف کے لئے بھی وہی جائز ہوگی اور جو ناجائز ہوگی وہ ناجائز ہوگی، پس اگر معطوف علیہ کسی کے لئے صفت واقع ہو تو معطوف بھی صفت واقع ہوگا اور اگر وہ کسی کی خبر یا صلہ ہو تو یہ بھی اس کی خبر یا صلہ ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جہاں معطوف، معطوف علیہ کی جگہ رکھنا درست ہو تو وہاں عطف جائز ہوگا اور جہاں درست نہ ہو، وہاں ناجائز ہوگا۔

قاعدہ رابعہ

ایک حرف کے ذریعے دو مختلف عاملوں کے معمولوں پر دو اسموں کا عطف ڈالنا جائز ہے بشرطیکہ معطوف علیہ معمول مجرور مقدم ہو اور معطوف بھی اسی طرح ہو، جیسے: "فی الدار زیدٌ والحجرۃ عمرو"۔ یہاں اس مثال میں "الدار" مجرور مقدم معطوف علیہ ہے اور "الحجرۃ" مجرور اس پر معطوف ہے اور "زیدٌ مرفوع معطوف علیہ ہے، جب کہ "عمرو" اس پر عطف ہے اور دونوں کا عامل بھی مختلف ہے اور ایک حرفِ عاطف "واو" کے ذریعے عطف ڈالا گیا ہے۔ یہ جمہور نحاۃ کا مسلک ہے۔

یہاں دو مسلک اور ہیں

(۱) امام فرّاء کے نزدیک مطلقاً جائز ہے مذکورہ شرط ضروری نہیں، یعنی خواہ مجرور مقدم ہو یا نہ ہو۔

(۲) امام سیبویہ کے نزدیک مطلقاً ناجائز ہے خواہ مجرور مقدم ہو یا نہ ہو۔

بحث سوم در بیان تاکید

خلاصہ

یہ بحث تاکید کی تعریف، اس کی اقسام (فائدہ کی صورت میں) اور تین قواعد پر مشتمل ہے۔

تفصیل

تاکید کی تعریف

تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے اس چیز میں ثابت ہونے پر دلالت کرے جو متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے، متبوع کے افراد میں سے ہر ہر فرد کے لئے حکم کے شامل ہونے پر دلالت کرے، جیسے: ''جاء نی زیدٌ زیدٌ''۔ اور ''جاء نی القوم کلھم''۔

فائدہ اولیٰ

تاکید کی دو قسمیں ہیں: تاکید لفظی، تاکید معنوی۔

(۱) تاکید لفظی وہ تابع ہے کہ لفظ اول کو مکرر لایا گیا ہو، وہ اسم ہو یا فعل ہو یا حرف ہو، جیسے: ''جاء نی زیدٌ زیدٌ، جاء جاء زیدٌ، إنّ إنّ زیدًا قائمٌ''۔

(۲) تاکید معنوی: یہ تاکید آٹھ الفاظ سے حاصل ہوتی ہے اور وہ آٹھ الفاظ یہ ہیں: نفس، عین، کلا، کُل، اُجمع، اُکتع، اُبتع اور اُبصع۔

ہر ایک کا حکم

لفظ ''نفس'' اور ''عین'' واحد تثنیہ، جمع سب کی تاکید کے لئے آتے ہیں، بایں صورت ان کا صیغہ اور ان کے ساتھ متصل ہونے والی ضمیر جو متبوع کی طرف لوٹتی ہے وہ متبوع کے لحاظ سے بدلتے رہیں، جیسے ''جاء نی زیدٌ نفسہ، والزید ان انفسھما أو نفساھما، والزیدون أنفسھم''، اسی طرح عینہ (مفرد کے لئے) اعینھما، یاعیناھما (تثنیہ کے لئے) اعینھم (جمع کے لئے) اور مؤنث کے لئے، نفسھا، انفسھما یانفساھما ،انفسھن ، استعمال ہوتے ہیں، کلا اور کلتا صرف تثنیہ کی تاکید کے لئے آتے ہیں، جیسے: ''قام الرجالانِ

كلاهما وقامت المرأة تان كلتاهما"۔

باقی پانچ الفاظ (کل، اجمع، اکتع اور ابصع) غیر تثنیہ کی تاکید کے لئے آتے ہیں۔

البتہ ان میں فرق یہ ہے کہ لفظ ''کل'' میں تبدیلی نہیں آئے گی، بلکہ اس کی ضمیر میں باعتبار افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر اور تانیث کی تبدیلی آئے گی، باقی چار الفاظ میں صرف صیغہ بدلتا رہے گا۔ چنانچہ مفرد مذکر کے لئے أجمع، اكتع، أبتع، أبصع اور مفرد مونث کے لئے جمعاء، كُتَعَاء، بُتَعَاء، بُصَعَاء۔

جمع مذکر کے لئے: اجمعون، اكتعون، ابتعون، ابصعون، جیسے: ''جاء نی القوم کلهم اجمعون اکتعون، ابتعون، ابصعون''، جب کہ جمع مؤنث کے لئے: جُمَعُ، كُتَعُ، بُتَعُ، بُصَع، الفاظ استعمال ہوں گے، جیسے: ''قامت النساء كلهنَّ جمعُ كُتَعُ، بُتَعُ، بُصَعُ''۔

قاعدہ اولیٰ

جب ضمیر مرفوع متصل (بارز ہو یا مستتر) کی تاکید نفس ''یا عین'' کے ساتھ کرنی ہو تو پہلے اس کی تاکید ضمیر منفصل سے ضروری ہے، جیسے: ''ضربت انت نفسك أو عينك''۔

قاعدہ ثانیہ

لفظ ''کل'' اور ''اجمع'' سے اس چیز کی تاکید لائی جاتی ہے جس کے ایسے اجزاء اور حصے ہوں جو باعتبارِ حس (مشاہدہ) کے ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہوں، جیسے ''قوم'' پس کہا جائے گا ''جاء نی القوم کلهم اجمعون''۔

یا باعتبارِ حکم کے ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہوں جیسے: ''اشریت العبد کله'' پس حکم کے اعتبار سے یعنی بیع وشراء کے اعتبار سے ''عبد'' جدا ہو سکتا ہے، جیسے: غلام کا نصف، غلام کا چوتھائی حصہ، لہٰذا ''اکرمت العبد کله'' کہنا درست نہیں۔

قاعدہ ثالثہ

اکتع، ابتع اور ابصع تینوں استعمال میں ''اجمع'' کے تابع ہوتے ہیں، ان کے معانی وہی ہیں جو اجمع کے ہوتے ہیں اور تاکید کے باب میں اجمع کے استعمال کے بغیر ان کا کوئی معنی نہیں، پس یہ تینوں نہ

"اجمع" پر مقدم ہو سکتے ہیں اور نہ اس کے بغیر استعمال ہو سکتے ہیں۔

بحث چہارم در بیان بدل

خلاصہ

یہ بحث بدل کی تعریف، اور دو فائدوں پر مشتمل ہے۔

تفصیل

بدل کی تعریف

وہ تابع ہوتا ہے جس کی طرف اس چیز کی نسبت کی گئی ہو جو اس کے متبوع کی طرف کی گئی ہے اور مقصود نسبت سے تابع ہو اور متبوع کا ذکر محض تمہید کے طور پر ہو، جیسے: "جاء زید أخوك" میں "زید" متبوع مبدل منہ ہے اور "اخوك" تابع بدل ہے۔

فائدہ اولیٰ

بدل کی چار قسمیں ہیں: بدل الکل من الکُل، وبدل البعض من الکل، بدل الاشتمال من الکل اور بدل الغلط۔

(۱) بدل الکل من الکل: وہ تابع ہے جس کا مدلول بعینہ متبوع کا مدلول ہو، یعنی دونوں کا مصداق اور مدلول ایک ہو، جیسے: "جاء نی زیدٌ أخوك"، اس مثال میں زید اور اخوك کا مدلول اور مصداق ایک ہے۔

(۲) بدل البعض: وہ تابع ہے جس کا مدلول متبوع کے مدلول کا جزء ہو، جیسے: "ضربت زیداً راسه" اس مثال میں "راسه" بدل البعض ہے جو اپنے متبوع "زید" کے مدلول کا جزء ہے۔

(۳) بدل الاشتمال: وہ تابع ہے جس کا مدلول متبوع کے مدلول کا متعلق ہو، جیسے: "سُلب زیدٌ ثوبه" (چھینا گیا زید یعنی اس کا کپڑا) اس مثال میں "ثوبه" تابع (بدل) زید متبوع کے متعلقات میں ہے۔

(۴) بدل الغلط: وہ تابع ہے جو غلطی کے بعد ذکر کیا جائے، جیسے: "جاء نی زیدٌ جعفرٌ"۔ (میرے پاس آیا زید نہیں بلکہ جعفر آیا) "رأیت رجلاً حماراً" (میں نے آدمی کو دیکھا نہیں بلکہ گدھے کو دیکھا)

فائدہ ثانیہ

بدل اور مبدل منہ کے چار صورتیں ہیں:

۱: دونوں معرفہ ہوں، جیسے: "اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين"۔(الآية)

۲: دونوں نکرہ ہوں، جیسے: "ان للمتقين مفازاً حدائق واعناباً"۔(الآية)

۳: مبدل منہ نکرہ ہو اور بدل معرفہ ہو، جیسے: "إلى صراط المستقيم صراط الله............" (الآية)

۴: مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ ہو، یہ صورت درست نہیں، ہاں اگر بدل نکرہ کی صفت لائی جائے، جیسے: "لنسفعاً بالناصية، ناصية كاذبةٌ"، اس مثال میں "الناصية" مبدل منہ اور "ناصية كاذبة" موصوف صفت مل کر بدل ہے۔

بحث پنجم در بیان عطف بیان

خلاصہ

یہ بحث عطف بیان کی تعریف اور ایک فائدہ نحویہ پر مشتمل ہے۔

تفصیل

عطف بیان کی تعریف

عطف بیان وہ تابع ہے کہ صفت تو نہ ہو مگر اپنے متبوع کی وضاحت کرے، اور کسی چیز کے دو ناموں میں سے جو زیادہ مشہور ہو اس کو عطف بیان بنایا گیا ہو، جیسے: "قام أبو حفص عمر رضی اللہ عنہ، قام عبدالله بن عمر"۔

فائدہ

عطف بیان اور بدل الکل من الکل میں باعتبار معنی کے فرق بالکل واضح ہے، کیونکہ بدل میں مقصود بالنسبۃ تابع ہوتا ہے جب کہ عطف بیان میں مقصود بالنسبۃ متبوع ہوتا ہے البتہ لفظ کے اعتبار سے ان دونوں کے درمیان فرق مخفی ہے اس لئے نحو کی کتابوں میں ان کے درمیان فرق کی وضاحت کی جاتی ہے۔

لہٰذا صاحب ھدایۃ النحو نے فرمایا کہ ہر ایسی ترکیب (جس میں عطف بیان کا متبوع معرّف باللام ہو، جو صیغہ صفت معرف باللام کا مضاف الیہ ہو) کا بدل کے ساتھ لفظی التباس نہیں ہے، جیسے شاعر کا قول ہے:

أنَا ابنُ التّارِكِ البِكْرِيِّ بِشْرٍ

عَلَيْه الطَّيْرُ ترقُبه وُقُوعًا

ترجمہ: میں اس شخص کا بیٹا ہوں جس نے قبیلہ بکر کے بشر نامی شخص کو قتل کر کے چھوڑ دیا اس حال میں کہ پرندے اس کے گرنے کا انتظار کر رہے ہیں (یعنی اس سے روح نکلے اور ہم اس کو کھائیں)

موضع استشہاد

مذکورہ شعر میں "بشر"، "البکری" سے عطف بیان واقع ہے یہ بدل نہیں بن سکتا، اس لئے کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے یعنی جو عامل مبدل منہ پر داخل ہوتا ہے وہ بدل پر بھی داخل سمجھا جاتا ہے، لہٰذا "التارك" جیسا "البکری" میں عامل ہے تو بدل کی صورت میں بشر میں بھی عامل ہوگا۔

پس تقدیر عبارت یوں ہوگی: "التارك بشرٍ" اور یہ "الضارب زید" کی طرح ہوگیا، حالانکہ یہ عبارت (الضارب زیدٍ) ناجائز ہے لہٰذا "التارك بشرٍ" بھی ناجائز ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ "بشر"، "البکری" سے عطف بیان واقع ہے اور بدل مذکورہ خرابی کی وجہ سے نہیں بن سکتا۔

شعر کی ترکیب

"انا" مبتدا "ابن" مضاف، "التارك" مضاف الیہ، مضاف، "البکری": معطوف علیہ، "بشر" عطف بیان، معطوف علیہ عطف بیان مل کر "التارك" کے لئے مضاف الیہ مجرور لفظاً منصوب معنیً مفعول بہ اور "علیہ" خبر مقدم، "الطیر"، "مبتداء" مؤخر، یہ جملہ اسمیہ حال، "البکری" سے "ترقبہ"، یہ پورا جملہ فعل با فاعل، مفعول بہ حال "علیہ" کی ضمیر مجرور متصل ہے اور "وقوعا" حال ہے، "ترقب" کی ضمیر سے باقی ظاہر ہے۔

اسم معرب کی ابحاث یہاں ختم ہوگئیں۔

والحمد لله رب العلمين

فصل ششم در بیان اسم مبنی

خلاصہ

یہ فصل ایک تمہید اور آٹھ ابحاث پر مشتمل ہے۔

تمہید

خلاصہ

تمہید پانچ امور پر مشتمل ہے: (۱) اسم مبنی کی تعریف، (۲) مشابہت کی تین اقسام (۳) اسم مبنی کا حکم (۴) اسم مبنی کے حرکات کے نام (۵) اسم مبنی کی اجمالی آٹھ قسمیں۔

[۱] اسم مبنی کی دو قسمیں ہیں۔

۱: **پہلی قسم کی تعریف**: وہ ہے جو اپنے عامل کے ساتھ مرکب نہ ہو، جیسے: ا، ب، ت، ث، مذکورہ مثال میں ان کے اسماء یعنی مسمیات مراد ہیں، دوسری مثال واحد اثنان ، اور ثلاثہ ، تیسری مثال: لفظ صرف "زید" اس لئے کہ یہ بالفعل مبنی علی السکون ہے اور بالقوۃ معرب ہے۔

۲: **دوسری قسم کی تعریف**: مبنی اصل (فعل ماضی، امر حاضر معروف، جملہ حروف) کے ساتھ مشابہ ہو، جیسے: ھٰؤلآءِ۔

[۲] مبنی اصل کے ساتھ مشابہت سے مراد مشابہت مؤثرہ ہے اور اس کی تین صورتیں ہیں:

(۱) **شبہ افتقاری**: اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں کسی قرینہ کا محتاج ہو جیسے حروف اپنے معنی پر دلالت کرنے میں غیر کو محتاج ہوتے ہیں، جیسے: اسماء اشارات (مشار الیہ کی طرف محتاج ہوتے ہیں) اور جیسے: اسماء موصولہ (صلہ کا محتاج ہوتے ہیں)

(۲) **شبہ وضعی**: اسم کی وضع تین حرفوں سے کم ہو، جیسا کہ حرف تین کلمات سے کم ہوتے ہیں، جیسے: مَن

اسم موصول، مِنْ حرف کے ساتھ مشابہہ ہے۔

(۳) شبہ معنوی: اسم حرف کے معنی کو متضمن ہو، جیسے: "احد عشر" ایک حرف (یعنی واو) کو متضمن ہے، اس لئے کہ اس کی اصل "احدٌ وعشرٌ" ہے۔ اور یہ قسم ہمیشہ کے لئے مبنی ہی رہے گی۔

[۳] دوسری قسم کا حکم: اس کا حکم یہ ہے کہ عامل کے مختلف ہونے سے اس کا آخر مختلف نہیں ہوتا۔

[۴] اسم مبنی کی حرکات کے نام: اس کی حرکات کے نام، ضم، فتح، کسر ہوتی ہیں اور اس کے سکون کو وقف کہا جاتا ہے۔

[۵] اسم مبنی کی آٹھ اقسام ہیں، مضمرات، اسماء اشارات، موصولات، اسماء افعال، مرکبات، کنایات، اور بعض ظروف ہر ایک کی تفصیل آٹھ ابحاث میں ذکر کی جاتی ہے۔

بحث اول در بیانِ مضمرات

اسم مبنی کی آٹھ اقسام میں سے پہلی قسم مضمرات ہے۔

خلاصہ

یہ بحث مضمر کی تعریف اور پانچ فوائد نحویہ پر مشتمل ہے۔

تفصیل

مضمر کی تعریف

وہ اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا اس غائب پر دلالت کرے جس کا ذکر پہلے لفظاً یا معنیً یا حکماً ہو چکا ہو۔

لفظاً کی مثال، جیسے: ''ضَرَبَ زیدٌ غلامه''۔

معنیً کی مثال: جیسے: ''اعدلو هو أقرب للتقوى'' یہاں "هو" ضمیر "العدل" کی طرف لوٹ رہی ہے جو کہ "اعدلو" کے ضمن میں موجود ہے۔

حکماً کی مثال: ''ولا بويه لكل واحدٍ منهما السدس''، یہاں سباق وسیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ ''لأبويه'' کی ضمیر میت کی طرف لوٹ رہی ہے)۔

مضمر کی وجہ بناء

یہ حرف کے ساتھ احتیاج میں مشابہت کی وجہ سے مبنی ہے۔

فائدہ اولیٰ

ضمیر کی دو قسمیں ہیں: متصل، منفصل۔

متصل وہ ہوتی ہے جو تنہا مستعمل نہ ہوتی ہو اور منفصل وہ ہوتی ہے جو تنہا مستعمل ہوتی ہو۔

پھر ضمیر متصل کی تین قسمیں ہیں: مرفوع، منصوب اور مجرور۔

(۱) مرفوع کی مثال، جیسے: ضربت سے لے کر ضربن تک۔

(۲) منصوب کی مثال، جیسے: ''ضربنی سے لے کر ضربھن'' تک، اسی طرح ''انی سے انھن'' تک۔

(۳) مجرور کی مثال، جیسے: ''غلامی سے لے کر غلامھن'' تک اسی طرح ''لی سے لے کر لھن'' تک۔

پھر ضمیر منفصل کی بھی دو قسمیں ہیں: مرفوع، منصوب۔

(۴) مرفوع کی مثال، جیسے: أنا سے لے کر ھن تک۔

(۵) منصوب مفضل کی مثال، جیسے: ایای سے لے کر ایاھن تک۔

ہر قسم کے لئے بارہ بارہ صیغے ہیں، پس پانچ کو بارہ میں ضرب دینے سے ساٹھ اقسام بنتی ہیں۔

مذکورہ اقسام کا نقشہ
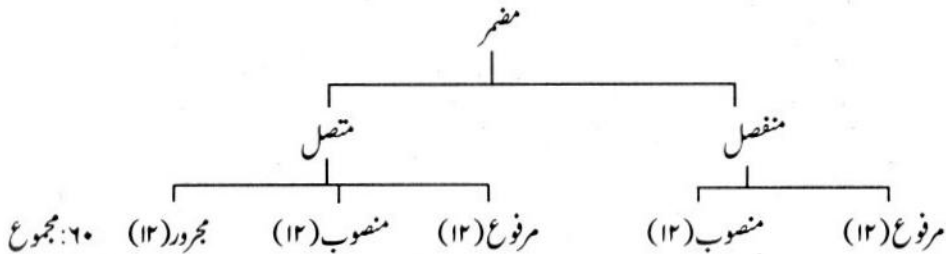
فائدہ ثانیہ

ضمیر مرفوع متصل مندرجہ ذیل مقامات میں مستتر (پوشیدہ) ہوتی ہے۔

(۱) فعل ماضی کے دو صیغوں میں یعنی، واحد مذکر غائب اور واحدہ مؤنثہ غائبہ، جیسے: ضَرَبَ، میں هُوَ اور ضربتْ میں ھی ضمیر مستتر ہے۔

(۲) فعل مضارع کے پانچ صیغوں میں ضمیر مستتر ہوتی ہے۔

واحد متکلم، جیسے: أضرب، میں انا

جمع متکلم، جیسے: نضرب میں نحن

واحد مخاطب مذکر، جیسے تضرب میں أنت

واحد مذکر غائب، جیسے: یضرب میں ھو

واحد مؤنث غائبہ، یعنی: تضرب میں ھی

(۳) صیغہ صفت یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہہ اور اسم تفضیل میں ضمیر مطلقاً مستتر ہوتی ہے، خواہ واحد ہو یا تثنیہ یا جمع ہو، خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔

فائدہ ثالثہ

ضمیر منفصل (خواہ مرفوع ہو یا منصوب) اس وقت مستعمل ہوگی جب ضمیر متصل متعذر ہو اور متعذر ہونے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) ضمیر عامل پر مقدم ہو، جیسے: ''ایاك نعبد''

(۲) ضمیر اور عامل کے درمیان فاصلہ ہو، جیسے: ''ماضربك الا أنا''

(۳) ضمیر کا عامل معنوی ہو، جیسے: ''أنا زیدٌ''

(۴) ضمیر کا عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو، جیسے: ''ماانت الا قائماً''

فائدہ رابعہ

کلام عرب میں ایک ضمیر پائی جاتی ہے جو بغیر مرجع کے ہوتی ہے اور بعد میں آنے والا جملہ اس کی تفسیر

کرتا ہے اور اسی وقت ذکر کی جاتی ہے جب کہ کسی شئی کی عظمت شان بتلانی مقصود ہو۔

پس اگر وہ مذکر ہو تو اس کو ضمیر شان کہا جاتا ہے، جیسے: ''قل هو الله احد'' اور اگر وہ مؤنث ہو تو اس کو ضمیر قصہ کہا جاتا ہے، جیسے: ''انها زينب قائمة''۔

فائدہ خامسہ

جب خبر معرفہ ہو، تو مبتدا اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع منفصل لایا جاتا ہے جو افراد، تثنیہ، جمع، تذکیر اور تانیث، تکلم، خطاب اور غیوبت میں مبتدا کے مطابق ہوتا ہے، جیسے: ''زيدٌ هو القائم'' یا جب اسم تفضیل ''مِن'' حرف جر کے ساتھ مستعمل ہو، جیسے: ''زيد هو أفضل من عمرو''۔

اور یہ اس لئے لائی جاتی ہے تا کہ خبر اور صفت کے درمیان فرق آ جائے کیونکہ اگر ضمیر فصل نہ ہو تو پتہ نہیں چلے گا کہ یہ موصوف صفت ہے یا مبتدا خبر ہے واضح رہے کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ التباس کا خطرہ نہیں ہوتا پھر بھی یہ ضمیر لائی جاتی ہے، جیسے: ''كنت انت الرقيب عليهم'' (الآية)۔

بحث دوم در بیان اسماء اشارہ

خلاصہ

یہ بحث اسماء اشارہ کی تعریف، اور چار فوائد پر مشتمل ہے۔

تفصیل

اسماء اشارہ کی تعریف

اسماء اشارہ وہ اسم ہے جن میں سے ہر ایک مشار الیہ پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

وجہ بناء

یہ بھی حرف کی طرح محتاج ہوتے ہیں، یعنی حرف اپنے معنی پر دلالت کرنے کے لئے غیر کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح اسم اشارہ اپنے معنی پر دلالت کرنے کے لئے اشارہ حسیہ کا محتاج ہوتا ہے۔

فائدہ اولیٰ

اسماء اشارہ کے پانچ الفاظ ہوتے ہیں، چھ معانی کے لئے

اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

الفاظ	معانی
(۱) ذا	واحد مذکر کے لئے
(۲) ذان (حالت رفع میں اور ذین (حالت نصب اور جر میں)	تثنیہ مذکر کے لئے
(۳) تا، تی، ذی، تہ، ذہ، تھی، ذھی	(یہ سات الفاظ) واحد مؤنث کے لئے
(۴) تانِ (حالت رفع میں) تینِ (حالت نصب اور جر میں)	تثنیہ مؤنث کے لئے
(۵) اُولاءِ (الف ممدودہ اور مقصورہ کے ساتھ)	جمع مذکر اور جمع مؤنث دو معانی کے لئے

فائدہ ثانیہ

کبھی اسم اشارہ کے شروع میں ''ھا'' حرف تنبیہ آتی ہے جس سے مخاطب کو مشار الیہ پر تنبیہ مقصود ہوتی ہے، جیسے: ھذا، ھذان، اور ھولاء۔

فائدہ ثالثہ

کبھی اسم اشارہ کے آخر میں حرف خطاب لاحق ہوتا ہے، تا کہ مخاطب کے مفرد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث ہونے پر دلالت کرے اور حرف خطاب کے بھی پانچ الفاظ چھ معانی کے لئے ہوتے ہیں، یعنی: كَ، كما، كم، كِ، كما، كن۔

پس پانچ کو پانچ میں ضرب دینے سے (۲۵) صورتیں بنتی ہیں، مثلاً ذاك، ذاكما، ذاكم، ذاكِ، ذاكما، ذاكن .... الخ۔

فائدہ رابعہ

مشارالیہ کے تین درجے ہوتے ہیں، قریب، بعید، متوسط۔ پس "ذا" مشارالیہ قریب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور "ذاك" مشارالیہ بعید کے لئے جب کہ "ذاك" مشارالیہ متوسط کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

بحث سوم در بیانِ اسماء موصولہ

اسم موصول اسم مبنی کی تیسری قسم ہے۔

خلاصہ

اس بحث میں اسم موصول کی تعریف، وجہ بناء، تین فوائد نحویہ اور ایک قاعدہ نحویہ کا بیان ہے۔

تفصیل

اسم موصول کی تعریف

اسم موصول وہ اسم ہے جو بغیر صلہ کے جملہ کا جزءِ تام (پورا نہ بن سکے اور جزءِ تام سے مراد مبتدا، خبر، فاعل، مفعول بہ وغیرہ ہیں۔

وجہ بناء

چونکہ اسم موصول اپنے معنی پر دلالت کرنے کے لئے صلہ کا محتاج رہتا ہے پس اس احتیاج کی وجہ سے یہ حرف کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مبنی ہے۔

فائدہ اولیٰ

اسم موصول کا صلہ جملہ خبریہ ہوتا ہے، جملہ انشائیہ نہیں ہوتا، پھر جملہ خبریہ (خواہ اسمیہ ہو یا فعلیہ ہو) میں ربط کے لئے ایک ضمیر کا ہونا ضروری ہے، جو اسم موصول کی طرف لوٹتی ہو، جیسے: ''جاء الذی أبوہ قائمٌ'' اور ''جاء الذی قام أبوہ''۔

پس یہاں دونوں مثالوں میں "ابوہ" کی ضمیر مجرور متصل موصول (الذی) کی طرف لوٹ رہی ہے۔

فائدہ ثانیہ

اسماء موسول کے الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
(۱)الذی	واحد مذکر کے لئے
(۲)اللذان (حالت رفع میں)اللذین (حالت نصب وجر میں)	تثنیہ مذکر کے لئے
(۳)التی	واحد مؤنث کے لئے
(۴)اللتّان (حالت رفع میں)اللتین (حالت نصب وجر میں)	تثنیہ مؤنث کے لئے
(۵) الذین ، أولیٰ	جمع مذکر کے لئے
(٦)اللاتی، اللوائی، اللاء اور اللائی	(یہ چار الفاظ)جمع مؤنث کے لئے
(۷)ما (۸)مَن	یہ دونوں باعتبار لفظ کے مفرد ہیں لیکن باعتبار معنی کے مفرد،تثنیہ، جمع ، مذکر،مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتے ہیں

(۹) کلمہ "ذو" بھی (قبیلہ بنی طی کی لغت میں بمعنی "الــذی" کے) اسماء موصولہ میں سے ہے، جیسے کہ شاعر کے قول میں بھی "ذو" بمعنی "الذی" ہے۔

شعر: فإنّ الماء مَاءُ أبی وجدّی

وبیری ذو حفرتُ وذُو طویتُ

شعر کا ترجمہ

بے شک جس پانی کے بارے میں تنازع ہورہا ہے، میرے والد اور دادا کا ہے (یعنی مجھے وراثت میں ملا ہے)اور وہ کنواں جس کے بارے میں تنازع ہے اسے میں نے خود کھودا ہے اور اس کی منڈیر میں نے بنائی ہے۔

موضع استشہاد

یہاں شعر میں "ذو" بمعنی الذی ہے، یعنی: الذی حفرته والذی طویته۔

مذکورہ شعر کی نحوی ترکیب

"إنّ" حرف مشبهه بالفعل، "الماء" اس کا اسم "ماء أبی وجدی" اس کی خبر، إن اپنے اسم اور خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ خبریہ، "واو" عاطفه "بیری"، مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا "ذو" بمعنی "الذی" اسم موصول، "حفرت" فعل با فاعل صلہ، اسم موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف علیہ اور "ذو طویته" اس پر عطف، معطوف علیہ اپنے معطوف کے ساتھ مل کر خبر، مبتدا اپنی خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

(۱۰) "الف ولام" بھی اسماء موصولہ میں سے ہے، جب کہ اسم فاعل یا اسم مفعول پر داخل ہو کر یہ دونوں صلہ بن جائیں، جیسے: "جاء نی الضارب زیداً"، معنی یہ ہے: "الذی یضرب زیداً" اور "جاء نی المضروب غلامُه"، اس کے معنی ہیں: "الذی یضرب غلامه"۔

قاعدہ

اسم موصول کے صلہ میں جو عائد ہوتا ہے اس کو لفظ سے حذف کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ عائد مفعول بہ واقع ہو، جیسے: "قام الذی ضربت"، أی، "الذی ضربته"، مذکورہ مثال میں ضمیر مفعول بہ کی لفظاً محذوف ہے البتہ معنی کے لحاظ سے ملحوظ رہتی ہے۔

فائدہ ثالثہ

"أی" اور "أیة" کی چار حالتیں ہیں:

(۱) اس کا مضاف إلیہ مذکور ہو اور صدر صلہ بھی مذکور ہو، جیسے: "أیهم هو قائمٌ"۔

(۲) مضاف إلیہ اور صدر صلہ دونوں محذوف ہوں، جیسے: "أیٌ قائمٌ"۔

(۳) مضاف إلیہ محذوف ہو اور صدر صلہ مذکور ہو، جیسے: "أی هو قائمٌ"۔

(۴) مضاف الیہ مذکور ہو اور صدر صلہ محذوف ہو، جیسے: "ثم لَننزعن من کل شیعة ایهم اشد علی الرحمٰن عتیا" (الآیة) یعنی "هو اشد علی الرحمن عتیا" أیٌ اور ایةٌ پہلی تین صورتوں میں معرب ہیں

اور آخری چوتھی صورت میں مبنی برضم ہیں۔

بحث چہارم در بیان اسماء افعال

اسم مبنی کی اقسام میں چوتھی قسم اسماء افعال ہے۔

خلاصہ

یہ بحث اسم فعل کی تعریف، وجہ بناء، ایک قاعدہ اور فائدہ نحویہ پر مشتمل ہے۔

تفصیل

اسم فعل کی تعریف

اسم فعل ہر وہ اسم ہے جو وضع کے اعتبار سے امر حاضر معروف یا فعل ماضی کے معنی میں ہو، جیسے: "رُوَیدَ" بمعنی "أمهل" (مہلت دو) اور "هیهات زیدٌ" یعنی "بعدُ" (کتنا دور ہوا زید)

وجہ بناء

چونکہ یہ اسماء افعال فعل امر حاضر کے معنی میں ہوتے ہیں، اس لئے یہ مبنی ہیں۔

قاعدہ

اسماء افعال میں سے ایک صیغہ "فَعالِ" کا ہے جو امر کے معنی میں ہوتا ہے، یہ ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے یعنی ہر فعل ثلاثی مجرد سے "فعال" کے وزن پر آتا ہے جو کہ امر کے معنی میں ہوتا ہے، جیسے: نَزَالِ بمعنی اِنزل اور تَراكِ، اترك کے معنی میں ہے۔

فائدہ

"فَعالِ" کے وزن پر آنے والے صیغوں کی چار اقسام ہیں:

(۱) فعال امری، جو بمعنی امر کے ہو، جیسے: نزال بمعنی انزل کے ہے۔

(۲) فَعال مصدری، جو مصدر کے معنی میں ہو، جیسے: فَجَارِ بمعنی الفجور کے ہے۔

(۳) فعال صفتی، جو صفت کے معنی میں ہو، جیسے: فَسَاقِ بمعنی فاسقة کے ہے۔

(نافرمان عورت) اور لَکَاعِ بمعنی لاکعة (کمینی عورت)

(۴) فَعَالِ عَلَمی، جو اعیان مؤنثہ میں کسی کا علم ہو، جیسے: قَطَام ایک عورت کا نام ہے، غلاب (یہ بھی عورت کا نام ہے) حضار (یہ ایک ستارے کا نام ہے)

واضح رہے کہ پہلی قسم (جو امر کے معنی میں ہے)، تو اسماء افعال میں سے ہیں باقی تین اسماء افعال میں سے نہیں ہیں، بلکہ ان کو مناسبت کی وجہ سے اس موقع پر ذکر کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ تینوں اقسام وزن اور عدل میں فعال (جو اسماء افعال میں سے ہے) کے ساتھ مشابہہ ہیں، وزن تو بالکل ظاہر ہے۔

باقی عدل کا مطلب یہ ہے کہ جیسا فعال امری مثلاً نـزال انـزل (امر) سے معدول ہے اسی طرح یہ تینوں بھی معدول ہیں، مثلاً فجار الفجور سے فساق فاسقة سے جب کہ قطام قاطمة سے معدول ہے۔

بحث پنجم در بیان اصوات

اسم مبنی کی پانچویں قسم اصوات ہے۔

خلاصہ

یہ اسماء اصوات کی تعریف اور وجہ بناء پر مشتمل ہے۔

تفصیل

اصوات کی تعریف

اسم صوت وہ اسم ہے جس سے کسی آواز کو نقل کیا جائے، جیسے: غَـاق (کوے کی آواز) یا اس سے کسی چوپائے وغیرہ کو آواز دی جائے، جیسے نَخ (اونٹ کو بٹھانے کے لئے)

وجہ بناء

اسم صوت کی وجہ بناء یہ ہے کہ اسم مبنی کی پہلی قسم کے ساتھ مشابہہ ہے، کیونکہ یہ عامل سے مرکب ہو کر واقع نہیں ہوتا۔

بحث ششم در بیان مرکبات

خلاصہ

یہ بحث اسم مرکب کی تعریف اور ایک فائدہ نحو یہ پر مشتمل ہے۔

تفصیل

اسم مرکب کی تعریف

ہر وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں سے مرکب ہو، جن کے درمیان نہ تو ترکیب اسنادی ہو نہ ترکیب اضافی اور نہ ترکیب توصیفی۔

فائدہ

مذکورہ مرکب کی دو صورتیں ہیں:

(۱) مرکب کا دوسرا جزء کسی حرف کو متضمن ہو تو اس حرکت کے دونوں جزئیں مبنی بر فتحہ ہوں گے، جیسے: ''احد عشر" سے لے کر ''تسعة عشر" تک کہ اصل میں "احدٌ و عشرٌ" تھا البتہ "اثنا عشر" میں دوسرا جزء تو مبنی ہوگا، کیونکہ وہ حرف کو متضمن ہے، لیکن پہلا جزء معرب ہوگا، کیونکہ یہ اضافت کے وقت نون کے حذف ہونے میں تثنیہ کے ساتھ مشابہہ ہے۔

(۲) دوسرا جزء حرف کو متضمن نہ ہو، اس میں تقریباً چار لغات ہیں، سب سے زیادہ فصیح پہلے جزء کا مبنی بر فتحہ ہونا ہے، جب کہ دوسرا جزء معرب ہوتے ہوئے (علم اور ترکیب کی وجہ سے) غیر منصرف ہوگا، جیسے: ''جاء نی ، بعلبكَ، رأیت بعلبك ، مررت بجلبكَّ"۔

بحث ہفتم در بیان کنایات

خلاصہ

یہ بحث اسم کنایہ کی تعریف، اس کی وجہ بناء اور چار فوائد نحو یہ پر مشتمل ہے۔

تفصیل

اسم کنایہ کی تعریف

اسم کنایہ وہ اسم ہے جو عددِ مبہم یا بات مبہم پر دلالت کرے، عدد مبہم پر دلالت کرنے کے لئے دو الفاظ ہیں، یعنی ''کم'' اور ''کذا'' اور بات مبہم پر دلالت کرنے کے لئے بھی دو الفاظ ہیں، یعنی: ''کیت'' اور ''ذیت''۔

وجہ بناء

''کم'' کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ہمزہ استفہام کو متضمن ہے اور ''کم'' خبریہ اس پر محمول ہے اور ''کذا'' چونکہ ''کاف'' اور ''ذا'' اسم اشارہ سے مرکب ہے اور یہ دونوں مبنی ہیں اور ''کیت'' و ''ذیت'' دونوں جملہ کی جگہ واقع ہوتے ہیں اور جملہ مبنی ہے۔

فائدہ اولیٰ

''کم'' کی دو قسمیں ہیں: (۱) کم استفهامیه (۲) کم خبریه

''کم'' استفہامیہ کی تمیز مفرد منصوب آتی ہے، جیسے: ''کم رجلاً عندك''۔

جب کہ ''کم'' خبریہ کی تمیز کبھی مفرد مجرور ہوتی ہے، جیسے: ''کم مالٍ انفقته''۔

واضح رہے کہ ''کم'' خبریہ کے معنی انشاءِ تکثیر ہوتے ہیں۔

فائدہ ثانیہ

کبھی ''کم'' استفہامیہ اور خبریہ دونوں کی تمیز پر ''مِن'' جارہ بیانیہ داخل ہوجاتا ہے، جیسے: ''کم من رجلٍ لقیته''، اور ''کم من مالٍ انفقته''۔

فائدہ ثالثہ

کبھی کبھی تمیز کو حذف کردیا جاتا ہے، جب کہ حذف پر کوئی قرینہ موجود ہو، جیسے ''کم مالك'' یعنی ''کم دیناراً مالك'' اور ''کم ضربت'' یعنی ''کم ضربة ضربت''۔

فائدہ رابعہ

"کم" (خواہ استفہامیہ ہو یا خبریہ) باعتبار محل کے مرفوع، منصوب اور مجرور ہو سکتا ہے۔

۱) مندرجہ ذیل مقامات میں محل نصب میں ہوگا۔

جب اس کے بعد ایسا فعل یا شبہ فعل ہو جو اس کی ضمیر میں یا متعلق میں مشغول نہ ہو، پس اگر تمیز مفعول بہ ہو تو "کم" اپنی تمیز کے ساتھ مل کر مفعول بہ مقدم ہوگا، جیسے: "کم رجلاً ضربت" اور "کم غلامٍ ملکت"۔

اور اگر تمیز مصدر ہو تو مفعول مطلق ہوگا، جیسے: "کم ضربةً ضربت" و "کم ضربةٍ ضربتُ"۔

اور اگر تمیز ظرف ہو تو مفعول فیہ مقدم ہوگا، جیسے: "کم یوماً صُمتُ"۔

۲) جب اس سے پہلے حرف جر یا مضاف ہو تو یہ محل جر میں ہوگا، جیسے: "بکم رجلاً مررت وعلی کم رجلٍ حکمتُ و غلام کم رجالاً ضربت و مال کم رجلٍ سلبت"۔

۳) جب مذکورہ دو امر نہ ہوں تو یہ محل رفع میں ہوگا، پھر مرفوع ہونے کے دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر تمیز ظرف نہیں تو بناء بر ابتداء مرفوع ہوگا، جیسے: "کم رجلاً اخوك وکم رجلٍ ضربته"۔

(۲) اور اگر تمیز ظرف ہو تو بناء برخبریت مرفوع ہوگا، جیسے: "کم یوماً سفرك و کم شهرٍ صومی"۔

بحث ہشتم در بیان ظروف مبنیہ

یہ اسم مبنی کی آخری قسم ہے، واضح رہے کہ یہاں صرف ان ظروف کا ذکر ہے جو مبنی ہوتے ہیں۔

خلاصہ

اس بحث میں ظروف مبنیہ کا بیان ہے جو کہ تقریباً گیارہ ہیں۔

تفصیل

ظروف مبنیہ کی چند قسمیں ہیں، جو مندرجہ ذیل ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱) وہ ظروف جن کا مضاف الیہ حذف کر لیا جاتا ہے، ان کو مقطوع عن الاضافة سے تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے: قبلُ اور بعدُ، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "لله الأمر من قبل ومن بعد"، یعنی "من قبل کل شیءٍ ومن بعد کل شیءٍ" واضح رہے کہ یہ اس وقت مبنی بر ضم ہوں گے جب کہ ان کا مضاف لفظوں سے

حذف کیا جائے اور نیت میں موجود ہو ورنہ اگر مضاف الیہ مذکور ہو یا بالکل نسیاً منسیاً ہو تو ان دونوں صورتوں میں معرب ہوں گے۔

اسی قسم کو ''غایات'' بھی کہا جاتا ہے۔

(۲)''حیث'' بھی ظروف مبنیہ میں سے ہے، یہ بھی مبنی برضم ہوتا ہے، چونکہ یہ غایات (پہلی قسم) کے ساتھ اس بات میں مشترک ہے کہ دونوں مضاف الیہ کی طرف محتاج ہوتے ہیں، کیونکہ ''حیث'' کی اضافت جملہ کی طرف اکثر استعمال میں لازمی ہے، لہٰذا اس میں احتیاج پائی جاتی ہے، جیسے اللہ کا فرمان ہے: ''سنستدرجهم من حيث لايعلمون'' (الآية)

اور کبھی یہ مفرد کی طرف مضاف ہوتا ہے، جیسے شاعر کا قول ہے:

''أما ترىٰ حيثُ سُهيل طالعاً'' حیث یہاں ''مکان'' کے معنی میں ہے یعنی ''مكان سهيل''۔

حیث کے لئے اکثر استعمال میں جملہ کی طرف اضافت شرط ہے، جیسے: ''اجلس حيث يجلس زيدٌ''۔

(۳)''إذا'': ظروف مبنیہ میں سے ''اذا'' بھی ہے یہ زمانہ مستقبل کے لئے آتا ہے، اگرچہ ماضی پر داخل کیوں نہ ہو، جیسے: اللہ کا فرمان ہے: ''اذا جاء نصر الله والفتح'' (الآية) چونکہ اس میں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں، اسلئے اس کو شرطیہ کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد جملہ اسمیہ بھی آسکتا ہے، جیسا کہ جملہ فعلیہ آتا ہے، البتہ جملہ فعلیہ کا آنا مختار اور اولیٰ ہے۔

جملہ اسمیہ کی مثال: ''آتيك إذاالشمس طالعة''۔

جملہ فعلیہ کی مثال: ''آتيك إذا طلعت الشمس''۔

کبھی کبھی ''إذا'' مفاجاۃ (بمعنی اچانک) کے لئے آتا ہے، لہٰذا اس کے بعد مبتدا کا آنا مختار ہے، جیسے: ''خرجت فإذا السُبُع واقف''۔ (میں نکلا کہ اچانک درندہ کھڑا ہونے والا تھا)

(۴)''إذ'': ظروف مبنیہ میں سے ''إذ'' بھی ہے یہ زمانہ ماضی کے لئے آتا ہے اور اس کے بعد دونوں جملے (جملہ اسمیہ اور فعلیہ) آسکتے ہیں، جیسے: ''جئتك إذ طلعت الشمس ، وإذا الشمس طالعة''۔

(۵)این اورانی یہ دونوں ظروف مبنیہ میں سے ہیں یہ دونوں مکان کے لئے آتے ہیں، جن میں استفہام کے معنی پائے جاتے ہیں، جیسے: ''أين تمشي'' اور ''انىّٰ تقعد''۔

اور شرط کے معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں، جیسے: ''أین تجلس أجلس'' و ''انیٰ تنم اقم''۔

(۶) ''کیف'' یہ حال دریافت کرنے کے لئے آتا ہے، جیسے: ''کیف أنت'' (تو کس حالت میں ہے) یہ حرفِ استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

(۷) ''ایان'' یہ زمانہ مستقبل میں استفہام کے لئے آتا ہے، جیسے: ''أیان یوم الدین'' (جزاء کا دن کب ہوگا) یہ بھی حرفِ استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے۔

(۸) مذ اور منذ یہ دو معانی کے لئے آتے ہیں:

اول: مدت کے معنی کے لئے جب کہ یہ دونوں ''متی'' کے جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں، جس طرح کسی نے کہا: ''متی مارایت زیدا'' تو جواب میں کہا جائے ''مارایته مُذ أو منذ یوم الجمعة'' یعنی ''اول مدّة انقطاع رؤیتی إیاه منذ یوم الجمعة''۔ (میرے نہ دیکھنے کی مدت جمعہ کے دن سے شروع ہوئی ہے)

دوم: تمام مدت کے معنی کے لئے، جب کہ یہ دونوں ''کم'' کے جواب بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں، جس طرح کسی نے کہا: ''کم مدة مارایت زیداً'' تو جواب میں کہا جائے: ''مارایته مذ او منذ یومان'' یعنی ''جمیع مدة مارایته یومان'' (تمام مدت میرے نہ دیکھنے کے اس کو دو دن ہے)

(۸) لدی اور لدن یہ دونوں ''عند'' کے معنی کے لئے آتے ہیں۔

جیسے: ''المال لدیك'' (مال تیرے پاس ہے)

لدی اور عند میں فرق

ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ لفظ ''عند'' میں حضور شرط نہیں، یعنی مال کا پاس ہونا ضروری نہیں، بلکہ اگر خزانے میں موجود ہو تب بھی ''عند'' کا استعمال درست ہے اور ''لدی'' میں حضور شرط ہیں، یعنی مال کا پاس ہونا شرط ہے۔

ان دونوں میں چھ اور لغات بھی منقول ہیں:

لَدِنِ، لُدُن، لَدَنُ، لَدُ، لُدُ اور لُدُ۔

ان میں بعض کی حرف کے ساتھ مشابہت وضعی ہے، اس لئے یہ مبنی ہے۔

(۹) قَطُّ یہ ماضی منفی کے لئے آتا ہے جس میں استغراق کے معنی پائے جاتے ہیں، جیسے: ''مارأیته

قط ''(اس کو میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا)

اس میں قَطُ (بسکون الطا) بھی ہے جو مشابہت وضعی کی وجہ سے مبنی ہے۔

(۱۰) عَــــوُضَ: یہ مستقبل منفی کے لئے آتا ہے جس میں استغراق کے معنی پائے جاتے ہیں، جیسے: "لااضربه عوض"۔

وجہ بناء

عوض کا مضاف الیہ "قبل" بعد کی طرح محذوف منوی ہوتا ہے اصل میں یہ "عوض العائضین" بمعنی دهر الداهرين کے ہے، لہٰذا شبہ افتقاری کی وجہ سے یہ مبنی ہے۔

قاعدہ

ایسے ظروف جو مبنی نہ ہوں، جب جملہ یا کلمہ "إذ" کی طرف مضاف ہو جائیں تو ان کو مبنی برفتحہ پڑھنا جائز ہے، جیسے اللہ کا فرمان ہے: "هذا يوم ينفع الصادقين صد قهم" اسی طرح یومئذٍ اور حینئذٍ یہی حکم "مثل" اور "غیر" کا بھی ہے۔ جب کہ "ما" یا "أن" یا "أنّ" کے ساتھ مستعمل ہوں، جیسے: ''ضربته مثل ماضرب زيدٌ" (میں نے اس کو مارا مثل مارنے زید کے) اسی طرح ''ضربته غير ان ضَرَبَ زيدٌ" (میں نے اس کو مارا بغیر مارنے زید کے)

(۱۱) أمس: ظروف مبنیہ کی اقسام میں سے "أمس" بھی ہے یہ اہل حجاز کے نزدیک مبنی بر کسرہ ہوتا ہے، جب کہ بعض کے نزدیک معرب ہے۔

ظروف مبینہ کا نقشہ

ظروف مبنية

- حيث: اجلس حيث زيدٌ جالسٌ
- إذا: اتيك إذا طلعت الشمس
- إذ: جئتك إذ غابت الشمس
- أين : أين تجلس أجلس
- أنى : أنى تقم أقم
- متىٰ: متىٰ تذهب إلى المدرسة
- كيف: كيف حالك
- أيّان: أيّان يوم الدين
- مذ: ما رأيته مذ يوم الجمعة
- منذ: فا رأيته منذ يوم السبت
- لدى: المال لدَيْك
- لدُن: جاء من لدنه
- قطّ: ما رأيته قطّ
- عوض: لا أضربه عوض

اسماء غیر متمکنہ کی فصل مکمل ہوگئی۔

☆......☆......☆

فصل ہفتم در بیان بقیہ اُحکامِ اسم

اس فصل سے پہلے پانچ مذکورہ فصول میں اسم کے احکام باعتبار اعراب اور بناء کے ذکر ہوئیں، اب اس فصل میں اسم کے باقی احکام کا ذکر ہوگا، جو کہ اعراب اور بناء کے علاوہ ہیں۔

خلاصہ

اس فصل میں اسم کی تقسیم کا (مختلف اعتبارات سے) ذکر ہے جو کہ پانچ ابحاث پر مشتمل ہے۔

بحث اول در بیان معرفہ ونکرہ

خلاصہ

اس بحث میں اسم کی پہلی تقسیم (باعتبار تعریف وتنکیر) کا ذکر ہے، درمیان میں ایک فائدہ بھی مذکور ہے۔

تفصیل

اسم باعتبار تعریف وتنکیر کے دوقسم پر ہے: معرفہ، نکرہ

معرفہ کی تعریف

وہ اسم ہے جو کسی شئ معین کے لئے وضع کیا گیا ہو اور یہ معرفہ چھ قسم پر ہے:

(۱) مضمرات (۲) اعلام (۳) اسماء اشارات (۴) موصولات (۵) وہ اسم جو معرف باللام ہو (۶) کوئی اسم ان میں سے کسی ایک کی طرف اضافت معنویہ کے ساتھ مضاف ہو (۷) وہ اسم جو معرف بحرف نداء ہو۔

عَلَم کی تعریف

عَلَم وہ اسم ہے جو شئ معین کے لئے ایسی وضع کے ساتھ وضع کیا گیا ہو جو کہ اس کے غیر کو شامل نہ ہو۔

فائدہ

مذکورہ اقسام میں سے سب سے زیادہ اعرف جمہور کے نزدیک ضمیر متکلم ہے، پھر ضمیر مخاطب، پھر غائب، پھر علَم، پھر مبہمات (اسماء اشارات، اسماء موصولات) پھر معرّف باللام پھر معرفہ بحرف نداء اور مضاف چونکہ مضاف الیہ سے تعریف حاصل کرتا ہے لہٰذا مضاف الیہ جس درجے کا ہوگا اسی درجے کا مضاف بھی ہوگا۔

نکرہ کی تعریف

وہ اسم ہے جو کسی غیر معین شئی کے لئے وضع کیا گیا ہو، جیسے: رَجلٌ اور فرَسٌ

بحث دوم در بیان اسماء عدد

خلاصہ

یہ بحث اسم کی دوسری تقسیم پر مشتمل ہے، جس میں چار امور کا بیان ہے:

(۱) اسماء عدد کی تعریف (۲) اصول عدد کی تعریف (۳) طریقۂ استعمال (۴) اسماء عدد کی تمیز کا طریقۂ استعمال۔

تفصیل

تعریف

اسم عدد وہ اسم ہے جو افراد و اشیاء (معدودات) کے مقدار پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو۔

اصول عدد کی تعداد

اسماء عدد کے اصول کل بارہ کلمات ہیں، یعنی ایسے کلمات ہیں جن سے دوسرے اسماء عدد بنتے ہیں، واحد سے لے کر عشر تک یہ کل دس کلمات ہیں اور مائۃ اور الف۔

طریقۂ استعمال

طریقۂ استعمال کے اعتبار سے چند مراتب ہیں جو مندرجہ ذیل ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱)"واحد" سے "اثنان" تک، ان دونوں کا استعمال ہمیشہ قیاس کے موافق ہوگا یعنی مذکر کے لئے بغیر "تا" اور مؤنث کے لئے "تا" کے ساتھ، جیسے: ایک مرد کے لئے "واحد" اور دو کے لئے "اثنان" کا استعمال ہوگا۔ اسی طرح ایک عورت کے لئے "واحدۃ" اور دو عورتوں کے لئے "اثنتان" کہا جائے گا۔

(۲) ثلثۃ (۳) سے لے کر عشرۃ (۱۰) تک کا استعمال خلاف القیاس ہوگا، یعنی مذکر کے لئے تاء کے ساتھ اور مؤنث کے لئے بغیر "تاء" جیسے: ثلثۃ رجال اور ثلث نسوۃ۔

(۳) لفظ "عشر" ترکیب میں تو قیاس کے موافق ہوگا جب کہ مفرد ہونے کی صورت میں خلاف القیاس استعمال ہوگا، جیسے: "عندی أحد عشر درهما"۔

مفرد کی مثال جیسے: "عندك عشرۃ دراهم"۔

(۴) لفظ "عشرون ثلثون" سے "تسعون" تک، اسی طرح لفظ "ماۃ" اور "الف" مذکر اور مؤنث کے لئے یکساں استعمال ہوتے ہیں۔

(۵) أحد عشر (گیارہ) اثنا عشر (بارہ) کا پہلا جز خلاف القیاس جب کہ دوسرا جز موافق القیاس استعمال ہوتا ہے، جیسے: "أحد عشر رجلا، احدی عشر امراءۃ"۔

(۶) ثلثۃ عشر (تیرہ) سے لے کر تسعۃ عشر (انیس) تک، میں پہلا جز خلاف القیاس جب کہ دوسرا موافق القیاس ہوگا، جیسے: "ثلثۃ عشر رجلا، ثلث عشرۃ امراءۃ"۔

(۷) ۲۱ اور ۲۲ میں پہلا جزء موافق القیاس جب کہ ۲۳ سے لے کر ۲۹ تک میں پہلا جزء خلاف القیاس ہوگا، دوسرا جزء "عشرون" مؤنث و مذکر دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے یہی حال ننانوے (۹۹) تک ہے۔

(۸) جب عدد "مائۃ" اور "الف" پر زائد ہوں تو طریقۂ استعمال وہی ہوگا جو احد سے لے کر تسع وتسعون تک بتایا گیا۔

(۹) جب ایک ہی جگہ الف، مائۃ أحاد اور عشرات جمع ہو جائیں تو سب سے پہلے "الف" پھر "مائۃ" پھر "أحاد" پھر عشرات کا استعمال ہوگا، جب یہ کہا جائے کہ میرے پاس ایک ہزار ایک سو اکیس مرد ہیں تو کہا جائے گا: عندی ألف ومائۃ وأحد وعشرون رجلاً۔

اسماءِ عدد کی تمیز کا طریقۂ استعمال

(۱) واحد اور اثنان کے لئے کوئی تمیز نہیں آتی، کیونکہ "رجل" اور "رجلان" مثلاً اپنے صیغہ اور مادہ کے اعتبار سے ایک یا دو پر دلالت کرتے ہیں، لہٰذا تمیز لانے کی ضرورت ہی نہیں۔

(۲) باقی ۳ سے لے کر ۱۰ تک کی تمیز جمع مجرور آتی ہے، جیسے: ثلثة رجال اور ثلث نسوةٍ۔

البتہ اگر تمیز لفظ "مائة" ہو تو تمیز مجرور مفرد ہوتی ہے، جیسے: ثلث مائةٍ اور تسع مائةٍ، باوجودیکہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ثلث مأت یا ثلث مئین پڑھا جائے۔

(۳) (۱۱) عدد سے لے کر (۹۹) عدد تک کی تمیز مفرد منصوب ہوگی، جیسے: "أحد عشر رجلاً اور تسعة وتسعون رجلاً"۔

(۴) مائة، الف اور ان دونوں کا تثنیہ اور الف کی جمع کی تمیز مفرد مجرور ہوگی، جیسے: مائة رجل، مائة امراء ة ألف رجلٍ، الفا رجلٍ اور ثلثة الآف رجلٍ"۔

بحث سوم در بیان مذکر و مؤنث

خلاصہ

یہ بحث اسم کی تیسری قسم (جو کہ باعتبار جنس کے ہے) پر مشتمل ہے، اس میں دونوں قسموں کی تعریف، ایک قاعدہ اور ایک فائدہ نحویہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

تفصیل

اسم باعتبار جنس (تذکیر و تانیث) کے دو قسم پر ہے: مذکر، مؤنث

مؤنث کی تعریف

مؤنث وہ اسم ہے جس میں تانیث کی علامت ہو خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً، لفظی کی مثال، جیسے: امراۃ، تقدیری کی مثال، جیسے: "عقرب"۔

تانیث کی علامات

تانیث کی تین علامات ہیں:

(۱) تاء: جو حالتِ وقف میں ھاء بن جاتی ہے، جیسے: طلحة

(۲) الف مقصورہ: جیسے: حبلی (حاملہ عورت)

(۳) الف ممدودۃ: جیسے: حمراء (سرخ عورت)

قاعدہ

تانیث کی علامات میں سے صرف ''تا'' علامت ہی مقدر ہوتی ہے باقی الف مقصورہ اور ممدودہ ملفوظ ہی ہوتے ہیں، جیسے: أرض اور دار میں تاء مقدر ہے، جس پر دلیل ان کی تصغیر ہے اس لئے کہ ''ارض'' کی تصغیر ''اریضة''، جب کہ ''دار'' کی تصغیر ''دویرة'' آتی ہے اور تصغیر کے ذریعے ہر چیز کی اصل معلوم ہوتی ہے، پس معلوم ہوا کہ ان دونوں میں ''تاء'' تانیث مقدر ہے۔

فائدہ

مؤنث کی دو قسمیں ہیں: مؤنث حقیقی اور مؤنث غیر حقیقی (لفظی)

(۱) مؤنث حقیقی: مؤنث حقیقی وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جنس حیوان سے مذکر موجود ہو، جیسے: امراءة کے مقابلے میں رجل اور ناقة کے مقابلے میں جمل مذکر ہے۔

(۲) مؤنث لفظی: (غیر حقیقی) وہ ہے کہ اس کے مقابلے میں جنس حیوان سے مذکر نہ ہو، جیسے: ظلمة اور عین۔

بحث چہارم در بیان مثنٰی و مجموع

یہ چوتھی بحث اسم کی چوتھی تقسیم پر مشتمل ہے، جو کہ باعتبار عدد کے ہے۔

خلاصہ

اس بحث میں دو باتیں ہیں: (۱) مثنی کی تعریف اور اس سے متعلق چار قواعد نحویہ (۲) مجموع کی تعریف،

اس کی دو قسمیں اور تین قواعد نحو یہ اور آخر میں مجموع کی دوسری تقسیم۔

تفصیل

اسم کی باعتبار عدد کے تین اقسام ہیں: مفرد، تثنیہ، جمع۔

مثنیٰ کی تعریف

وہ اسم ہے جس کے آخر میں الف اور نون مکسورۃ (حالت رفع) اور یاء ماقبل مفتوح اور نون مکسورۃ (حالت نصبی وجری میں) لاحق کیا گیا ہوتا کہ یہ لحوق اس بات پر دلالت کرے کہ اس مفرد کی مثل اس کے ساتھ ایک اور بھی ہے، جیسے: رُجلان (حالت رفعی میں) رجلین (حالت نصبی وجری میں)

قاعدہ اولیٰ

جس اسم کا تثنیہ لایا جاتا ہے وہ اسم یا صحیح ہوگا یا اسم مقصورہ ہوگا یا اسم ممدودہ ہوگا، اسم صحیح کا ذکر تو تعریف میں آچکا، باقی اسم مقصورہ کی چار صورتیں ہیں، جب کہ اسم ممدودہ کی تین صورتیں ہیں، اسم مقصورہ کی چار صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) الف مقصورہ واو سے تبدیل شدہ ہو اور ثلاثی بھی ہو، تو تثنیہ بناتے وقت اپنی اصل کی طرف لوٹایا جائے گا، جیسے: ''عصا'' کا تثنیہ ''عصوان'' ہے، کیونکہ ''عصا'' اصل میں ''عصو'' تھا۔

(۲) الف مقصورۃ ''یاء'' سے تبدیل شدہ ہو۔

(۳) الف مقصورۃ ''واو'' سے تبدیل شدہ ہو اور ثلاثی سے زائدہ ہو۔

(۴) کسی سے بھی تبدیل شدہ نہ ہو۔

ان تینوں صورتوں میں تثنیہ بناتے وقت الف مقصورۃ کو ''یاء'' سے تبدیل کیا جائے گا۔

دوسری صورت کی مثال، جیسے: ''رحی'' سے ''رُحَیان''۔

تیسری صورت کی مثال، جیسے: ''ملهی'' سے ''ملهیان''۔

چوتھی صورت کی مثال، جیسے: ''حباری'' سے ''حباریان'' اور ''حبلی'' سے ''حبلیان'' اور اسم ممدودہ کی (تثنیہ بناتے وقت) تین صورتیں ہیں۔

(۱)ہمزہ اصل ہوتو تثنیہ بناتے وقت ہمزہ کو برقرار رکھا جائے گا، جیسے: ''قُرَّاء'' سے ''قُرَّاء ان''۔

(۲)الف ممدودہ تانیث کے لئے ہوتو تثنیہ بناتے وقت واو سے بدلا جائے گا، جیسے: حمراء سے حمراوان۔

(۳)اسم ممدودہ کاھمزہ واواصلیہ یایاء اصلیہ سے تبدیل ہوا ہوتو تثنیہ بناتے وقت دووجہ جائز ہیں۔

۱)ہمزہ کو برقرار رکھا جائے، جیسے: کَسَاء سے کَسَاء ان۔

۲)ہمزہ کوواو سے بدلا جائے، جیسے: کساء سے کساوَان۔

قاعدہ ثانیہ

جب مثنیٰ کی اضافت کی جائے تو نون تثنیہ کا اضافت کی وجہ سے گر جاتا ہے، جیسے: ''غلا مازید''، اور ''مسلما مصرٍ''۔

قاعدہ ثالثہ

تثنیہ کے نون کی طرح لفظ ''خصية'' اور لفظ ''الية'' کی ''تاء'' تانیث کو بھی تثنیہ بناتے وقت حذف کردیا جاتا ہے، اگرچہ یہ حذف خلاف قیاس ہے، جیسے خُصیان اور الیان ، چونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں، لہٰذا یہ ایک چیز کی طرح ہیں۔

قاعدہ رابعہ

جب کسی تثنیہ کو تثنیہ کی ضمیر کی طرف مضاف کیا جائے تو پہلے تثنیہ مضاف کو جمع سے تعبیر کیا جائے گا، یا مفرد سے تعبیر کیا جائے گا، لیکن تثنیہ لانا درست نہیں، جیسے اللہ کا فرمان ہے: ''فقد صغت قلوبکما'' اور ''فاقطعوا ایدیهما'' (الآية)

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ میں لفظاً اور معنیً شدید اتصال ہوتا ہے اور دو تثنیہ (جو کہ ہم مثل ہو) کا ایک جگہ جمع ہونا کلام عرب میں مکروہ ہے لہٰذا تثنیہ کو صیغۂ جمع سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مجموع کی تعریف

مجموع وہ اسم ہے جو افرادِ مقصودہ پر کسی مفرد کے حروف میں معمولی سے تغیر کے بعد دلالت کرے، تغیر

(تبدیلی) عام ہے خواہ لفظی ہو جیسے رُجَلٌ سے رجالٌ یا تقدیری ہو، جیسے: فُلَكٌ (اسُدٌ کے وزن پر) کا مفرد بھی "فلك" ہے جب کہ "قُفل" کے وزن لیا جائے۔

پس "قوم"، "رهط" اور اس جیسے اسماء افراد پر دلالت تو کرتے ہیں لیکن یہ جمع نہیں اس لئے کہ ان کا مفرد نہیں ہے۔

مجموع کی تقسیم اول

جمع باعتبار لفظ کے دو قسم پر ہے: (۱) جمع صحیح (تصحیح یا سالم) (۲) جمع مکسر (تکسیر) جمع مصحح وہ ہے کہ اس کے واحد کی بناء متغیر نہ ہو بلکہ سالم رہے، جیسے: مسلم کی جمع مسلمون ہے۔

(۲) جمع مکسر وہ ہے جس کے واحد کی بناء سلامت نہ رہے، بلکہ متغیر ہو، جیسے: رجل کی جمع رجال ہے۔

جمع سالم کی تقسیم

جمع صحیح وسالم کی دو قسمیں ہیں: مذکر اور مؤنث۔

(۱) جمع مذکر سالم وہ ہے کہ جس کے مفرد کے آخر میں واو ماقبل مضوم اور نون مفتوحہ حالت رفعی میں ہو، جیسے: مسلمون۔

یا یاء ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ حالت نصبی اور جری میں ہو، تا کہ اس بات پر دلالت کرے کہ اسکے واحد کے ساتھ اس کی جنس سے اس سے زائد افراد ہیں، جیسے: مسلمین۔

قاعدہ اولیٰ

جس اسم کی جمع سالم بنائی جاتی ہے یا اسم صحیح ہو گا یا اسم منقوص ہو گا یا اسم مقصور ہو گا۔

اسم صحیح سے جمع سالم بنانے کا طریقہ تو ذکر ہوا، البتہ اگر اسم منقوص سے جمع سالم بنانا ہو تو اس میں "یاء" کو بھی حذف کر دیا جائے گا، جیسے: قاضی سے قاضون، جو کہ اصل میں "قاضیون" ہے پھر "یاء" اور "الف" کے درمیان اجتماع ساکنین کی وجہ سے "یاء" کو گرا دیا گیا اور "واؤ" سے پہلے "قاف" کو "واؤ" کی مناسبت سے ضمہ دیا گیا، قاضون بن گیا۔

اور اسم مقصور سے جمع سالم بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کا الف جمع بناتے وقت حذف کر دیا جاتا ہے اور اس کے ماقبل کو فتحہ دیا جاتا ہے تاکہ الف محذوفہ پر دلالت کرے، جیسے: مصطفیٰ سے مصطفون جو کہ اصل "مصطفیون" تھا۔ تعلیل ظاہر ہے۔

واو اور نون کے ساتھ جمع سالم بنانے کے لئے شرائط

واو اور نون کے ساتھ جمع سالم لانا ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے، پس جس اسم کی جمع سالم بنائی جاتی ہے یا تو اسم ذات ہوگا (یعنی صرف ذات پر دلالت کرتا ہوگا) جیسے زیدٌ، یا اسم صفت (یعنی ذات کے ساتھ صفت پر بھی دلالت کرتا ہے) جیسے: قائمٌ

اگر اسم ذات ہو تو اس کی جمع سالم بنانے کے لئے تین شرائط ہیں:

(۱) مذکر ہو، تاء تانیث نہ لفظوں میں ہو، نہ تقدیری ہو، پس طلحہ کی جمع سالم واو نون کے ساتھ نہیں آئے گی۔

(۲) علم ہو پس رجلٌ خارج ہو گیا۔

(۳) اسم کا مسمّٰی ذوی العقول میں سے ہو پس "اعوج" (گھوڑے کا علم) خارج ہو گیا۔

اور اگر اسم صفت ہو تو اس کے لئے پانچ شرائط ہیں:

(۱) مذکر عاقل ہو (۲) وہ اسم صفت "تاء" تانیث کے ساتھ نہ ہو۔

(۳) وہ اسم صفت اس "اُفعل" کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث "فعلاء" کے وزن پر آتی ہے، اُحمر اس کی مؤنث حمراء (بروزن فعلاء) ہے، لہٰذا اس کی جمع سالم نہیں آئے گی۔

(۴) اس "فعلان" کے وزن نہ ہو جس کی مؤنث "فعلی" آتی ہے، جیسے: "سکران" اس کی مؤنث "سکری" (بروزن فعلیٰ) آتی ہے، لہٰذا اس کی جمع سالم نہیں آئے گی۔

(۵) وہ اسم صفت ایسے "فعیل" کے وزن پر نہ ہو جو مفعول کے معنی میں ہے، جیسے: "جریح" بمعنی مجروح (زخمی) یا بمعنی فاعل کے نہ ہو، جیسے "صبور" بمعنی صابر (صبر کرنے والا) واضح رہے کہ کلام عرب میں "سنون" اور خلون، ثبون، قلون، جموع شاذ ہیں۔

قاعدہ ثانیہ

نون جمع اضافت کی وجہ سے گرانا واجب ہے، جیسے: ''مسلمو مصرٍ''۔

(۲) جمع مؤنث سالم کی تعریف: جمع مؤنث سالم وہ ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف اور ''تاء'' لاحق ہو، جیسے: مسلمات۔

جمع مؤنث سالم بنانے کے لئے شرائط

جس اسم کی جمع سالم مؤنث لائی جاتی ہے یا اسم ذات ہوگا یا اسم صفت۔

اگر اسم صفت ہو اور اسکا مذکر بھی ہو تو شرط یہ ہے کہ مذکر کی جمع واو اور نون کے ساتھ لائی جاتی ہو، جیسے: مسلمات، اور اگر مذکر نہ ہو تو پھر شرط یہ ہے کہ تاء تانیث سے خالی نہ ہو پس ''حائضٌ'' اور ''حاملٌ'' کی جمع ''حائضات'' اور ''حاملات'' نہیں آئے گی، کیونکہ یہ ''تاء'' سے خالی ہیں۔

اگر اسم ذات ہو تو اس کی جمع بغیر کسی شرط کے الف اور تاء کے ساتھ لائی جائے گی جیسے: هند کی جمع هندوات اور زینب کی جمع زینبات۔

قاعدہ ثالثہ

جمع مکسر کے اوزان ثلاثی مجرد میں بہت ہیں جن کا تعلق سماع سے ہے، جیسے رجل سے رجالٌ البتہ غیر ثلاثی میں ''فعالل'' جیسے ''دراهم'' اور ''فعاليل'' جیسے ''ونانير'' کے وزن پر آتے ہیں۔

مجموع کی تقسیم ثانی

جمع باعتبار معنی کے دو قسم پر ہے، جمع قلة، جمع کثرت۔

جمع قلة کی تعریف

وہ جمع ہے جس کا اطلاق تین سے لے کر دس تک پر ہو اور اس کے اوزان چھ ہیں:

(۱) أفعُل، جیسے: أفلس، فلس کی جمع ہے (۲) أفعال جیسے افراس، فرسٌ کی جمع ہے۔

(۳) أفعلة جیسے أرغفة، رغیف کی جمع ہے (۴) فعلة جیسے: غلمة، غلام کی جمع ہے۔

اور دونوں جمع سالم (یعنی جمع مذکر سالم اور جمع مؤنث سالم) جب کہ الف لام کے بغیر ہوں، جیسے:

زیدون، مسلمات۔

جمع کثرت کی تعریف

وہ جمع ہے جس کا طلاق دس سے اوپر ہو اور اس کے اوزان جمع قلت کے اوزان کے علاوہ ہیں۔

بحث پنجم در بیان مصدر و اسماء مشتقہ

خلاصہ

یہ چار باتوں پر مشتمل ہے: (۱) مصدر کی تعریف، (۲) مصدر کے اوزان (۳) مصدر کا عمل (۴) دو نحوی قاعدوں کا بیان

تفصیل

مصدر کی تعریف

مصدر وہ اسم ہے جو صرف معنی حدوثی پر دلالت کرے اور اس سے افعال مشتق ہوں، جیسے: ''النصر'' اور ''الضرب''۔

اوزان مصدر

مصدر کے اوزان ثلاثی مجرد سے بہت ہیں، جن کے لئے کوئی قانون نہیں، اہل عرب سے سننے سے معلوم ہوتے ہیں اور ثلاثی مجرد کے علاوہ یعنی ثلاثی مزید فیہ، رباعی مجرد اور رباعی مزید فیہ کے مصدر کے اوزان قیاسی ہیں، جیسے: افعال، انفعال، استفعال، فعللة اور تفعلل وغیرہ۔

مصدر کا عمل

مصدر اپنے فعل جیسا عمل کرتا ہے بشرطیکہ مفعول مطلق واقع نہ ہو پس اگر مصدر فعل لازمی کا ہو تو فاعل کو رفع دے گا، جیسے: ''أعجبني قيام زيد'' اور اگر مصدر فعل متعدی کا ہو تو فاعل کو رفع دینے کے ساتھ ساتھ مفعول بہ کو نصب دے گا، جیسے: ''أعجبني ضرب زيدٍ عمراً'' اگر مصدر مفعول مطلق واقع ہو تو پھر عمل اس سے قبل والا فعل کا ہوگا اور یہ خود عمل نہیں کرے گا، جیسے: ''ضربت ضرباً عمراً''، یہاں ''عمراً ضربت'' فعل کی وجہ سے

منصوب ہے۔

قاعدہ اولیٰ

مصدر کے معمول کو مصدر پر مقدم کرنا جائز نہیں خواہ معمول فاعل ہو یا مفعول پس ''اعجبنی زیدٌ ضربَ عمراً'' اور ''اعجبنی عمراً ضرب زید'' کہنا درست نہیں۔

قاعدہ ثانیہ

مصدر کی اضافت فاعل کی طرف جائز ہے، اس وقت فاعل لفظاً مجرور اور معنیً مرفوع ہوگا، جیسے: ''کرهت ضرب زیدٍ عمراً'' اور مصدر کی اضافت مفعول بہ کی طرف بھی جائز ہے، جیسے: '' کرهت ضرب عمرو زیدٌ'' یہاں ''ضرب'' مصدر کی اضافت مفعول بہ عمرو کی طرف ہورہی ہے۔

بیان اسم فاعل

خلاصہ

یہاں تین باتوں کا ذکر ہے:

(۱) اسم فاعل کی تعریف

(۲) اسم فاعل کے اوزان

(۳) اسم فاعل کا عمل اور اس کی شرائط۔

تفصیل

اسم فاعل کی تعریف

اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل بطریق حدوث قائم ہو، جیسے: الضارب۔

اسم فاعل کے اوزان

اسم فاعل کے اوزان ثلاثی مجرد سے اکثر ''فاعل'' کے وزن پر آتے ہیں، جیسے: ضارب اور ناصر اور

غیر ثلاثی مجرد سے اسی فعل کے مضارع معلوم کے وزن پر آتا ہے، مگر معمولی سی تبدیلی کے ساتھ کہ میم مضمومة کو حروف مضارع کی جگہ لایا جاتا ہے اور ماقبل آخر کو مکسور کیا جاتا ہے، خواہ پہلے مکسور ہو یا نہ ہو، جیسے "یکرم" سے "مکرم" اور "یستخرج" سے "مستخرج"۔

اسم فاعل کا عمل اور شرائط

اسم فاعل اپنے فعل معلوم والا عمل کرتا ہے اور اس کے عمل کے لئے دو شرائط ہیں:

(۱) اس میں زمانۂ حال یا استقبال ہو۔

(۲) مندرجہ ذیل چھ امور میں سے کسی ایک پر اعتماد کرنے والا ہو، یعنی اس سے پہلے ان میں سے کوئی امر ہو۔

(۱) مبتداء پر اعتماد (سہارا) کیا ہو، جیسے: "زیدٌ قائمٌ ابوہ"۔

(۲) ذوالحال پر اعتماد کیا ہو، جیسے: "جاء نی زیدٌ ضارباً أبوہ عمرا"۔

(۳) موصول پر اعتماد کیا ہو، جیسے: "مررت بالضارب أبوہ عمراً"۔

(۴) موصوف پر اعتماد کیا ہو، جیسے: "عندی رجلٌ ضاربٌ أبوہ عمراً"۔

(۵) ہمزۂ استفہام پر اعتماد کیا ہو، جیسے: "أقائم زیدٌ"۔

(۶) حرف نفی پر اعتماد کیا ہو، جیسے: "ماقائم زیدٌ"۔

اگر پہلی شرط نہ ہو بلکہ بمعنی ماضی کے ہو، تو اس وقت اسم فاعل کی اپنے مفعول بہ کی طرف اضافت معنوی ہوگی، جیسے: "زیدٌ ضاربُ عمرٍو أمس" عمل کے لئے یہ دو شرطیں اسی وقت ہوتی ہیں، جب اسم فاعل نکرہ ہو اور اگر اسم فاعل معرف باللام ہو تو اس میں سب زمانے برابر ہیں، جیسے: "زیدٌ الضارب أبوہ عمراً الآن أو غداً أو أمس" (زید کا باپ عمرو کو مارنے والا ہے اسی وقت یا آئندہ کل یا گزشتہ کل)

بیان اسم مفعول

خلاصہ

اس میں تین باتوں کا ذکر ہے: (۱) اسم مفعول کی تعریف (۲) اس کے اوزان (۳) اس کا عمل اور شرائط۔

اسم مفعول کی تعریف

اسم مفعول وہ اسم ہے جو ایسی ذات کے لئے فعل متعدی سے مشتق ہو جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔

اسم مفعول کے اوزان

ثلاثی مجرد سے اسم مفعول کا صیغہ ''مفعول'' کے وزن پر آتا ہے خواہ یہ لفظاً ہو جیسے: مضروب یا تقدیراً ہو، جیسے: مقول (اصل میں مقوول) اور مرمی (اصل میں مَرْمُوْیٌ تھا) اور ثلاثی مجرد کے علاوہ اس کا وزن غیر ثلاثی مجرد کے اسم فاعل کے وزن پر آتا ہے، البتہ اسمِ مفعول میں آخر سے ماقبل پر فتحہ لایا جاتا ہے۔ جیسے: ''یُدْخَل'' سے ''مُدْخَلٌ'' اور ''یستخرج'' سے ''مستخرَج''۔

اسم مفعول کا عمل اور شرائط

اسم مفعول اپنے فعل مجہول والا عمل کرتا ہے اور عمل کے لئے وہی اسم فاعل والی شرائط ہیں واضح رہے کہ یہ شرائط مفعول بہ کو نصب دینے کے لئے ضروری ہیں، ورنہ نائب فاعل کو رفع دینے کے لئے کوئی شرط نہیں، جیسے: ''زیدٌ مضروبٌ غلامہ عمراً'' اور اگر اسم مفعول معرف باللام ہو تو اس میں سب زمانے برابر ہیں، جیسے: ''زیدٌ المضروب غلامه الآن أو غداً أو أمس''۔

بیان صفت مشبہ

خلاصہ

یہاں چار باتوں کا ذکر ہے:

(۱) صفت مشبہ کی تعریف (۲) صفت مشبہ کے اوزان (۳) صفت مشبہ کا عمل

(۴) صفت مشبہ کی صورتیں اور ان کا حکم اور ان کے متعلق ایک قاعدہ۔

(۱) صفت مشبہ کی تعریف

صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو تاکہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل بطور ثبوت اور دوام کے قائم ہو۔

(۲) صفت مشبہ کے اوزان

صفت مشبہ کے صیغے اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغوں کے خلاف ہوتے ہیں، اور اس کے صیغے اہل عرب سے سننے سے معلوم ہوتے ہیں اور یہی جمہور نحاۃ کا مسلک ہے جیسے: حسنٌ، صَعُبٌ اور ظریفٌ۔

(۳) صفت مشبہ کا عمل

صفت مشبہ مطلقاً (یعنی بغیر حال یا استقبال کی شرط کے) اپنے فعل لازمی جیسا عمل کرتی ہے اور اس کے عمل کے لئے امور مذکورہ میں کوئی شرط بھی ضروری نہیں۔

(۴) صفت مشبہ کی صورتیں

صفت مشبہ کی کل اٹھارہ صورتیں بنتی ہیں، وجہ حصر یہ ہے کہ صیغۂ صفت لام کے ساتھ ہوگا یا مجرد عن اللام ہوگا، پھر ان دونوں کا معمول مضاف ہوگا یا لام کے ساتھ ہوگا یا دونوں سے خالی ہوگا تو یہ چھ صورتیں ہوگئیں، پھر مذکورہ چھ صورتوں میں سے ہر ایک صورت میں تین احتمال ہیں کہ اس کا معمول مرفوع ہوگا یا منصوب ہوگا یا مجرور ہوگا، تو چھ کو تین میں ضرب دینے سے اٹھارہ صورتیں بنتی ہیں۔

مثالیں: صفت معرّف باللام ہو اور اس کا معمول مضاف ہو، اس کی تین صورتیں بنتی ہیں:

(۱) معمول مرفوع ہو جیسے: ''زید الحسن وجهه''

(۲) معمول منصوب ہو، جیسے: ''زید الحسن وجهه''

(۳) معمول مجرور ہو، جیسے: ''زید الحسن وجهه''۔

صفت مشبہ اور معمول دونوں معرف باللام ہوں اس کی بھی تین صورتیں ہیں:

(۱) مرفوع ہو، جیسے: ''زیدٌ الحسن الوجه''

(۲) منصوب ہو، جیسے: ''زید الحسن الوجه''۔

(۳) مجرور ہو، جیسے: ''زیدٌ الحسن الوجه''۔

صفت مشبہ معرف باللام ہو اور معمول دونوں (الف لام واضافت) سے خالی ہو، اس کی بھی تین صورتیں ہیں:

(۱) مرفوع ہو، جیسے: ''الحسن وجہ''   (۲) منصوب ہو، جیسے: ''الحسن وجھاً''

(۳) مجرور ہو، جیسے: ''الحسن وجہ''

اس صیغہ صفت کی معرف باللام ہونے کی صورت میں نو صورتیں بنتی ہیں، بعینہ اسی طرح مجرد عن اللام ہونے کی بھی نو صورتیں بنتی ہیں۔

مذکورہ صورتوں کا حکم

مذکورہ صورتیں باعتبار امتناع واختلاف اور قبیح وحسن اور احسن ہونے کے پانچ قسم پر ہیں:

پہلی قسم

دو صورتیں ممتنع ہیں: (۱) صفت مشبہہ معرف باللام ہو اور معمول مجرد عن اللام ہو، جیسے: ''الحسن وجہ''۔

(۲) صفت مشبہ معرف باللام مضاف ہو اور معمول اس کی ضمیر کی طرف مضاف ہو، جیسے: ''الحسن وجھہ''۔

دوسری قسم

ایک صورت مختلف فیہ ہے، وہ یہ کہ صیغۂ صفت مجرد عن اللام مضاف ہو اور اس کا معمول بھی اس کی ضمیر کی طرف مضاف ہو، جیسے: ''حسن وجھہ''۔

تیسری اور چوتھی قسم

باقی پندرہ صورتوں میں سے وہ صورتیں جن کے اندر ایک ضمیر ہو، خواہ صفت کے اندر ہو یا معمول کے اندر تو وہ احسن ہیں اور ایسی صورتیں کل نو ہیں اور جن صورتوں میں دو ضمیریں ہیں تو وہ حسن ہیں اور وہ دو صورتیں ہیں۔

پانچویں قسم

باقی چار صورتیں قبیح ہیں، جن کے اندر کوئی ضمیر نہیں۔

قاعدہ

ضمیر کی پہچان کے لئے قاعدہ یہ ہے کہ جب صیغۂ صفت مشبہ اپنے معمول کو رفع دے رہا ہو تو اس وقت

اس کے اندر ضمیر نہ ہوگی، جیسے: ''حسنٌ وجہٌ'' اور اگر صیغۂ صفت اپنے معمول کو نصب یا جر دے رہا ہو تو اس میں موصوف کی طرف لوٹنے والی ضمیر ہوگی، جیسے: ''الحسن وجهه اور حسن وجهه''۔

اٹھارہ صورتوں کا نقشہ
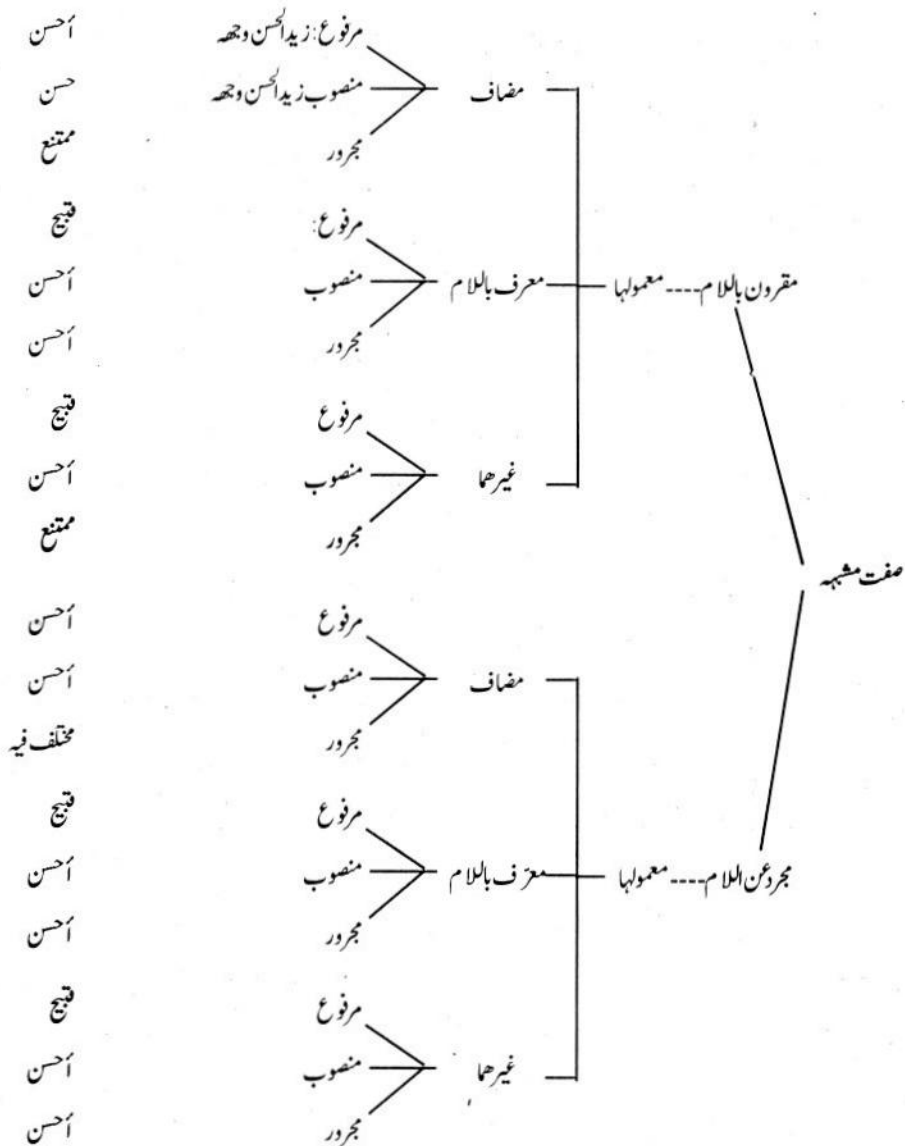
بیان اسم تفضیل

خلاصہ

یہاں پانچ باتوں کا ذکر ہے: (۱) اسم تفضیل کی تعریف (۲) اسم تفضیل کا وزن (۳) اسم تفضیل کے لئے شرائط اور ایک فائدہ (۴) اسم تفضیل کا استعمال (۵) اسم تفضیل کا عمل۔

تفصیل

اسم تفضیل کی تعریف

اسم تفضیل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جو اُپنے غیر سے معنی مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو۔

اسم تفضیل کے اوزان

اسم تفضیل کا صیغہ مذکر کے لئے ''أفعل'' کے وزن پر آتا ہے خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً، پس ''شرٌّ'' اور ''خیرٌ'' اگر چہ لفظاً ''أفعل'' کے وزن پر نہیں لیکن تقدیراً تو ہیں کیونکہ ان کی اصل ''أشر'' اور ''أخیر'' ہے۔ جب کہ مؤنث ''فُعلیٰ'' کے وزن پر آتا ہے۔

اسم تفضیل کے لئے شرائط

اسم تفضیل کے بنانے کے لئے دو شرطیں ہیں:

(۱) ثلاثی مجرد کا باب ہو (۲) لون اور عیب والا معنی نہ ہو، جیسے: ''زیدٌ افضل الناس''

اور اگر یہ دونوں شرائط نہ پائی جائیں تو اس وقت اسم تفضیل والا معنی ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے مقصود کے مطابق خواہ شدت ہو یا کثرت مثلاً أشد اور اکثر کا لفظ لایا جائے پھر اس کے بعد اس فعل کے مصدر کو جس سے اسم تفضیل بنانا ممتنع ہے بناء بر تمیز منصوب ذکر کیا جائے، جیسے: ''ھو أشد استخراجاً، وأقویٰ وأقبح عرجاً''۔

فائدہ

اسم تفضیل کا قیاسی استعمال یہ ہے کہ وہ فاعل کے لئے ہو، جیسے:"أفضل" اور کبھی کبھی مفعول کے معنی میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے، جیسے:"أعذر" (زیادہ معذور) اور"اشغل" (زیادہ مشغول) اور"اشھر" (زیادہ مشہور)

اسم تفضیل کا استعمال

اسم تفضیل کا استعمال تین طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ ہوتا ہے۔

(۱) اضافت کے ساتھ مستعمل ہو، جیسے:"زيدٌ افضل القوم"۔

(۲) الف لام عہد خارجی کے ساتھ مستعمل ہو، جیسے:"زيدٌ الأفضل"۔

(۳)"مِن" کے ساتھ مستعمل ہو، جیسے:"زيدٌ أفضل من عمرو"۔

پہلی قسم میں اسم تفضیل کو مفرد لانا بھی جائز ہے (خواہ اسم تفضیل کا موصوف مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع ہو، مذکر ہو یا مؤنث، جیسے:"زيد أفضل القوم، والزيدان أفضل القوم، والزيدون أفضل القوم، وهندٌ أفضل القوم"۔

اور موصوف کے مطابق لانا بھی جائز ہے، جیسے:"زيد أفضل القوم، والزيدان أفضلا القوم، والزيدون أفضلو القوم"۔

دوسری قسم میں اسم تفضیل معرف باللام کو موصوف کے مطابق لانا ضروری ہے، جیسے:"زيدٌ الأفضل، والزيدان الأفضلان والزيدون الأفضلون"۔

اور تیسری قسم میں اسم تفضیل کو مفرد مذکر لانا واجب ہے، خواہ موصوف مفرد ہو یا تثنیہ ہو یا جمع ہو مذکر ہو یا مؤنث، جیسے:"زيدٌ أفضل من عمرٍو، والزيدان أفضل من عمرٍو، والزيدون أفضل من عمرٍو، والهند أفضل من عمرٍو"۔

اسم تفضیل کا عمل

اسم تفضیل، ہمیشہ کے لئے ضمیر مستتر (جو اس کا فاعل ہوتی ہے) میں بغیر کسی شرط کے عمل کرتا ہے اور اسم

ظاہر میں بالکل عمل نہیں کرتا، خواہ فاعل اسم ظاہر ہو یا ضمیر بارز ہو یا مفعول۔

البتہ ان دونوں (اسم ظاہر فاعل، مفعول) میں عمل کرنے کے لئے تین شرائط ہیں جو کہ مندرجہ ذیل عبارت میں پائی جاتی ہیں:

"مـار أيـتُ رجلاً أحسنَ في عينه الكُحل منه في عين زيد" (نہیں دیکھا میں نے کوئی آدمی کہ زیادہ خوبصورت ہو اس کی آنکھ میں سرمہ اس سرمہ سے جو ہونے والا ہے زید کی آنکھ میں)

یہاں اس عبارت میں "الكحل" میں (جو کہ اسم ظاہر ہے) أحسن (اسم تفضیل) نے عمل کیا ہے۔

ان شرائط کی تفصیل آگے کافیہ اور شرح جامی میں آئے گی۔

یہاں پہلی قسم (اسم) کی فصول سبعہ مکمل ہو گئیں۔

بعون الله عزوجل

☆......☆......☆

فصل ہشتم در بیان فعل

یہ فصل کلمہ کی دوسری قسم "فعل" کے بارے میں ہے۔

خلاصہ

یہ فصل ایک تمہید اور دس ابحاث پر مشتمل ہے۔

تمہید

خلاصہ

تمہید میں تین باتوں کا بیان ہے: (۱) فعل کی اقسام اور تعریفات

(۲) دو قاعدوں کا بیان (۳) فعل مضارع کا اعراب

فعل کی تین قسمیں ہیں: (۱) ماضی (۲) مضارع (۳) امر

فعل ماضی کی تعریف

ماضی وہ فعل ہے جو ایسے زمانہ پر دلالت کرے جو تیسرے زمانے سے پہلے ہو، جیسے: ضَرَبَ

اور یہ فعل مبنی برفتحہ ہے، بشرطیکہ اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک اور واو نہ ہو کیونکہ اگر آخر میں ضمیر مرفوع متحرک ہو تو مبنی علی السکون ہوگا جیسے "ضـــربــــت"، اسی طرح اگر آخر میں واو ہو تو مبنی برضمہ ہوگا، جیسے: "ضَربُوْا"۔

فعل مضارع کی تعریف

مضارع وہ فعل ہے جو حروف "اتین" میں سے کسی ایک کے شروع میں آنے کی وجہ سے اسم کے مشابہ ہو، خواہ یہ مشابہت لفظی ہو یا معنوی، مشابہت لفظی کی صورتیں یہ ہیں:

(۱) اسم کے ساتھ حرکات وسکنات میں متفق ہو، جیسے: "یضرب ، یستخرج" اور "ضاربٌ مستخرج"۔

(۲) دونوں کے شروع میں لام تاکید آتا ہے، جیسے: ''إنّ زیداً الیقوم، إنّ زیداً لقائمٌ''

(۳) دونوں تعداد حروف میں برابر ہیں، جیسے: ''یضرب'' اور ''ضاربٌ''

اور مشابہت معنوی یہ ہے کہ جس طرح اسم فاعل حال اور استقبال میں مشترک ہے اسی طرح فعل مضارع بھی مشترک ہے۔

وجہ تسمیہ

مذکورہ چیزوں میں مشابہت کی وجہ سے فعل مضارع کو مضارع کہا جاتا ہے کیونکہ مضارع کا معنی مشابہہ کے آتا ہے پھر ''سین'' اور ''سوف'' جب مضارع کے شروع میں آتے ہیں تو یہ زمانہ استقبال کے ساتھ ملحق ہوجاتا ہے، جیسے: ''سیضرب''۔

قاعدہ اولیٰ

جس باب کا فعل ماضی چارحرفی ہو، خواہ چاروں حروف اصلی ہوں، جیسے: ''یُدحرج'' اس کی ماضی چار حرفی ''دحرج'' ہے جو کہ چاروں اصلی ہیں یا چاروں حروف اصلی نہ ہوں، جیسے: یُخرِجُ تو اسی باب کے مضارع معلوم کے حروف اُتین مضموم ہوں گے، جیسے: ''یُدحرج'' وغیرہ۔

اور اگر ماضی چارحرفی نہیں بلکہ ثلاثی یا خماسی یا سداسی ہو، تو اس کے مضارع معروف میں علامت مضارع ہمیشہ مفتوح ہوگی، جیسے: یَضرِبُ، یستخرج اور یتدحرج۔

قاعدہ ثانیہ

اصل فعل میں بناء ہے اور اسم میں اصل اعراب (معرب ہونا) ہے، چونکہ فعل مضارع اسم کے ساتھ مشابہہ ہوتا ہے اس لئے فعل مضارع معرب ہوتا ہے، بشرطیکہ اس کے ساتھ نون تاکید اور نون جمع مؤنث نہ ہوں۔

فعل مضارع کا اعراب

فعل مضارع کے اعراب تین ہیں: رفع، نصب اور جزم، جیسے: ''ھو یضرب، لن یضرب اور لم یضرب''

بحث اول در بیان اعراب مضارع

خلاصہ

اس بحث میں فعل مضارع کے چار اعراب کا بیان ہے اور آخر میں ایک فائدہ کا بیان ہے۔

پہلی قسم

''رفع'' ضمہ کے ساتھ، نصب فتحہ کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ یہ اعراب مفرد صحیح غیر مخاطب کے ساتھ خاص ہے اور ایسے پانچ صیغے ہیں، جیسے: ''ھو یَضرِبُ، لن یَضرِبَ اورلم یضرب''۔

دوسری قسم

''رفع'' اثبات نون کے ساتھ اور نصب و جزم نون کو حذف کرنے کے ساتھ اور یہ تثنیہ اور جمع مذکر اور مفرد مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ خاص ہے، خواہ صحیح ہوں یا غیر صحیح، اور اس کے سات صیغے ہیں، چار تثنیہ کے، دو جمع مذکر اور ایک مفرد مخاطبہ کا جیسے: ''ھما یفعلان، ھم یفعلون، أنت تفعلین۔

لن تفعلا، لن یفعلوا، لن تفعلی اورلم تفعلا، لم تفعلوا، لم تفعلی'۔

تیسری قسم

رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ، نصب فتحہ لفظی کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ اور یہ اعراب ناقص واوی اور ناقص یائی کے ساتھ مختص ہے، بشرطیکہ تثنیہ، جمع مذکر اور مؤنثہ مخاطبہ کے صیغے نہ ہوں، جیسے: ''ھو یَرمیُ، ھو یغزوُ، لن یَرمِیَ، لنُ یغزُوَ، لم یرمِ، لم یغزُ''۔

چوتھی قسم

رفع تقدیر ضمہ کے ساتھ، نصب تقدیر فتحہ کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ اور یہ ناقص الفی کے ساتھ خاص ہے، اس حال میں کہ تثنیہ جمع مذکر اور مؤنثہ مخاطبہ کے صیغے نہ ہوں، جیسے: ''ھو یسعیٰ، لن یسعیٰ، لم یسعَ''۔

فائدہ

فعل مضارع کا عاملِ رافع عامل معنوی ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ فعل مضارع، عامل ناصب اور

جازم سے خالی ہو، جیسے: "ھو یضرب، ھو یغزو ویرمی "اور" یسعی"۔

بحث دوم در بیان فعل مضارع منصوب

خلاصہ

اس بحث میں ان حروف کا ذکر کیا گیا ہے جو فعل مضارع کو نصب دیتے ہیں، اور یہ بصورت تین قاعدوں کے ذکر ہوں گے۔

فعل مضارع کو نصب دینے والے کل پانچ حروف ہیں:

أن، لن، کی، اذن، اورأن مقدرۃ

مثالیں

"أرید أن تحسن الیّ : أنا لن اضربك، اسلمت کی ادخل الجنة" اور جیسے کسی نے کہا: "اسلمت" (میں اسلام لایا) اور جواب میں کہا جائے: "اذَنْ تدخل الجنة"۔

قاعدہ اولیٰ

"أن" ناصبہ سات مقامات میں مقدر ہوا کرتا ہے۔

(۱) حتی کے بعد، جیسے: "اسلمت حتی ادخل الجنة" (میں نے اسلام لایا کہ جنت میں داخل ہوجاؤں)

(۲) لاجحد کے بعد اور لام جحد وہ ہوتا ہے جو کان منفی کے بعد آجائے اور اس میں تاکید پیدا کرے، جیسے: "وماکان اللّٰہ لیعذبھم" (الآیة)

(۳) "لام کی" کے بعد، جو بمعنی سببیت کے ہو، جیسے: "قام زیدٌ لیذھب" (زید کھڑا ہوا تاکہ چلے)

(۴) اس "فاء" کے بعد جو مندرجہ ذیل امور میں سے کسی ایک کے جواب میں واقع ہو۔

امر کے جواب میں، جیسے: "أسلم فتسلم" (اسلام لاؤ تاکہ تو سلامت رہے)

نہی کے جواب میں، جیسے: "لا تعص فتعذب" (نافرمانی نہ کر کہ تجھے عذاب دیا جائے)

استفہام کے جواب میں، جیسے: "ھل تعلم فتنجو" (کیا تو سیکھتا ہے کہ نجات پا جائے)

نفی کے جواب میں، جیسے: "وماتزورنا فنکرمك" (تو ہماری زیارت نہیں کرتا کہ ہم آپ کا اکرام کرے)

تمنی کے جواب میں، جیسے: "لیت لی مالاً فانفقه" (کاش کہ میرے پاس مال ہوتا کہ میں اس کو خرچ کرتا)

عرض کے جواب میں، جیسے: "الا تنزل بنا فتصیبَ خیراً" (تو ہمارے پاس کیوں نہیں اترتا، کہ تو بھلائی کو پہنچے)

(۵) اسی طرح "واؤ" کے بعد جو مندرجہ ذیل امور مذکورہ میں سے کسی ایک کے جواب میں واقع ہو مثالیں وہی ہیں جو گزر چکی "فاء" کی جگہ "واؤ" رکھ دیا جائے۔

(۶) اس "اَوْ" کے بعد جو "الی أن" یا "الّا ان" کے معنی میں ہو، جیسے: "لا حبسنّك أو تعطینی حقی" (ضرور بضرور تجھے روکے رکھوں گا یہاں تک کہ تو میرا حق دے)

(۷) واو عطف کے بعد، جب کہ معطوف علیہ اسم صریح ہو، جیسے: "أعجبنی قیامك وتخرج (تعجب میں ڈالا مجھ کو تیرے کھڑے ہونے نے اور نکلنے نے)

قاعدہ ثانیہ

جب "لام کی" لا نافیہ کے ساتھ متصل ہو تو "أن" کا اظہار واجب ہے تا کہ دونوں کا اجتماع لازم نہ آئے، جیسے: "لئلا یعلم"۔

قاعدہ ثالثہ

ہر وہ فعل جو بمعنی یقین کے ہو اس کے بعد "أن" مخففة عن المثقله ہوتا ہے اور یہ ناصبہ نہیں ہوتا، جیسے: "علم ان سیکون منکم مرضی"۔ (الآیة)

البتہ اگر "أن" ظن کے بعد واقع ہو تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔

(۱) أن ناصبہ مانا جائے (۲) أن مخففه عن المثله مانا جائے، جیسے: "ظننت أن سیقوم"۔

بحث سوم در بیان فعل مضارع مجزوم

خلاصہ

اس بحث میں تین باتوں کا ذکر ہے: (۱) کلمات جازمہ کا ذکر اور "لم" لمّا کے درمیان فرق کا بیان (۲) چار قواعد نحویہ کا ذکر (۳) فعل امر کی تعریف اور بنانے کا طریقہ

(۱) فعل مضارع کو جزم دینے والے کلمات مندرجہ ذیل ہیں:

لَم، لَمّا، لائے نہی اور کلمات مجازات، یعنی وہ کلمات جو دو فعل کو جزم دے کر شرط و جزاء کا تقاضا کرتے ہیں اور وہ کل گیارہ ہیں۔

ان کو کلم المجازات کہا جاتا ہے اور یہ مندرجہ ذیل ہیں:

اِنْ ، مَنْ ، مَا، مَهْمَا، حيثُما، اذما ، متىٰ، أيَ ، أنّى ، اوراِنْ مقدرہ، مثالیں ظاہر ہیں۔

ہر ایک کی تفصیل

لَمْ یہ مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے اس طرح "لما" بھی۔

"لم" اور "لما" کے درمیان فرق

(۱) "لما" میں زمانہ تکلم کے بعد اس فعل منفی کے ثبوت کی توقع ہوتی ہے۔

بخلاف "لم" کے، جیسے قام الأمير لما يركب" جب کہ اس کے سوار ہونے کی امید ہو۔

(۲) "لما" کے مدخول فعل کو حذف کرنا جائز ہے جب کہ کوئی قرینہ موجود ہو، پس "ندم زيد ولما"، یعنی "ولما ينفعه الندم" کہنا جائز ہے اور "ندم زيدٌ ولم" کہنا درست نہیں۔

باقی کل کلمات (خواہ حروف ہوں یا اسماء) یہ دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں، پہلا سبب ہوتا ہے اور دوسرا مسبب، پہلے کو شرط سے تعبیر کیا جاتا ہے، جب کہ دوسرے کو جزاء سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

قاعدہ اولیٰ

شرط اور جزاء کے مجزوم ہونے کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) شرط جزاء دونوں فعل مضارع ہوں، ان دونوں میں لفظاً جزم واجب ہے، جیسے: "ان تكرمني

اکرمُك"۔

(۲) شرط جزاء دونوں فعل ماضی ہوں، دونوں میں لفظی عمل نہیں کریں گے، جیسے: "ان ضربتَ ضربتُك"۔

(۳) شرط فعل مضارع ہو اور جزاء فعل ماضی، صرف شرط میں جزم واجب ہے، جیسے: "ان تضربْنی ضربْتُك"۔

(۴) شرط فعل ماضی ہو اور جزاء فعل مضارع، اس صورت میں جزاء میں دونوں وجہیں جائز ہیں۔

۱) مجزوم ہو، ۲) مرفوع ہو، جیسے: "إن جئتنی اکرمك"۔

قاعدہ ثانیہ

جزاء پر "فا" جزائیہ کے داخل ہونے کے اعتبار سے سات صورتیں ہیں:

(۱) جزاء ماضی ہو بغیر قد کے اس صورت میں "فا" لانا ممتنع ہے، جیسے: "ان اکرمتنی اکرمتك" و"من دخله کان آمنا"۔(الآیة)

(۲) جزاء مضارع مثبت ہو (۳) جزاء مضارع "لا" نافیہ کے ساتھ منفی ہو، ان دونوں صورتوں میں "فا" کو لانا اور نہ لانا دونوں جائز ہیں، جیسے: "ان تضربنی أضربك ، یافأضربك، وان تشتمنی لا اضربك یافلا أضربك"، باقی چار صورتوں میں "فا" کا لانا واجب ہے۔

(۴) جزاء ماضی "قد" کے ساتھ ہو، جیسے: ان یسرق فقد سرق اخ له من قبل"۔(الآیة)

(۵) جزاء مضارع منفی ہو بغیر "لا" نافیہ کے جیسے: "ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه" (الآیة)

(۶) جزاء جملہ اسمیہ ہو، جیسے: "من جاء بالحسنة فله عشر امثالها" (الآیة)

(۷) جزاء جملہ انشائیہ ہو، امر ہو، جیسے: "قل ان کنتم یحبون اللّٰه فاتبعون" (الآیة) یا نہی ہو، جیسے: "فان علمتوهن مومنت فلا ترجعوهن الی الکفار"۔(الآیة)

قاعدہ ثالثہ

کبھی کبھی جملہ اسمیہ کے ساتھ "فا" جزائیہ کی جگہ "اذا" واقع ہوتا ہے جیسے: "وان تصبهم سیئةٌ بما

قدمت ایدیھم اذاھم یقنطون "(الآیة) یعنی فھم یقنطون۔

قاعدہ رابعہ

پانچ افعال کے بعد ''اِن'' شرطیہ شرط کے ساتھ مقدر ہوتا ہے، بشرطیکہ شئی اول کے مضمون سے شئی ثانی کے لئے سببت کا ارادہ کیا جائے۔

(۱) امر کے بعد، جیسے: ''تعلّم تنج''، اصل عبارت یہ ہے: ''تعلم ان تتعلم تنج'' (تو سیکھو اگر سیکھے گا تو نجات پائے گا)

(۲) نہی کے بعد، جیسے: "لا تکذب یکن خیر الك" اصل عبارت یہ ہے: "لاتکذب ان لاتکذب یکن خیراً لك" (جھوٹ مت بولو اگر جھوٹ نہیں بولے گا تو تیرے لئے بہتر ہے)

(۳) استفہام کے بعد، جیسے: ''ھل تزورنا نکرمك'' اصل عبارت یہ ہے: ''ھل تزورنا ان تزورنا نکرمك'' (کیا تو ہماری زیارت کرے گا، اگر تو ہماری زیارت کرے گا تو ہم تیری عزت کریں گے)

(۴) تمنی کے بعد، جیسے: ''لیتك عندی اخدمك''، اصل عبارت یہ ہے: ''لیتك عندی ان تکن عندی اخدمك'' (کاش تو میرے پاس ہوتا اگر میرے پاس ہوتا تو تیری خدمت کرتا)

(۵) عرض کے بعد، جیسے: ''الا تنزل بنا تُصب خیراً، اصل عبارت یہ ہے: ''الا تنزل بنا ان تنزل بنا تصیب خیراً''۔

واضح رہے کہ افعال مذکورہ کے بعد "ان" شرطیہ کا مقدر کرنا اسی وقت ہے جب متکلم کلام کے جز اول کا ارادہ کرے ثانی جزء کے لئے یہ شرط مذکورہ مثالوں سے بالکل ظاہر ہے۔

لہٰذا "لاتکفر تدخل النار" (کفر نہ کر تو داخل ہو جائے گا آگ میں) کہنا درست نہیں، اس لئے کہ عدم کفر دخول نار کے لئے سبب نہیں۔

فعل کی تیسری قسم امر کا بیان

فعل امر کی تعریف

فعل امر حاضر معروف وہ صیغہ ہے جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے فعل طلب کرلیا جائے، جیسے:

''اُنصُرْ''۔

فعل امر حاضر معروف بنانے کا طریقہ

فعل مضارع سے حرف مضارعت کو حذف کر دیا جائے پھر اگر اس کے بعد والا حرف ساکن ہو تو ہمزہ مضمومہ بڑھایا جائے اگر تیسرا حرف مضموم ہو، جیسے: تَنصُرُ سے اُنصُر۔ اور اگر تیسرا حرف مفتوح یا مکسور ہو تو ہمزہ مکسور ہوگا۔ جیسے تضرب سے اضرب، تستخرج سے استخرج۔ اور اگر حرف مضارعت کے بعد والا حرف متحرک ہو تو ہمزہ وصلی کی ضرورت نہیں ہوگی، جیسے: تعد سے عد اور تحاسب سے حاسب، باب افعال کا امر بھی اس قسم سے ہے۔

فعل امر علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے، جیسے: ''اضرب، اغز، ارم، اسع، اضربا، اضربوا اور اضربی''۔

بحث چہارم در بیان فعل مالم یسم فاعلہ

خلاصہ

اس بحث میں تین امور کا بیان ہے: (۱) فعل مجہول کی تعریف (۲) فعل مجہول (خواہ ماضی ہو یا مضارع) کے بنانے کا طریقہ (۳) ایک فائدہ نحویہ۔

فعل مجہول (فعل مالم یسم فاعلہ) کی تعریف

وہ فعل ہے جس کا فاعل حذف کیا گیا ہو اور مفعول کو اس کے قائم مقام کیا گیا ہو اور یہ فعل متعدی کے ساتھ خاص ہے۔

فعل مجہول کے بنانے کا طریقہ

فعل ماضی مجہول کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) شروع میں نہ ہمزہ وصلی ہو اور نہ تاء زائدہ ہو، اس صورت میں حرف اول مضموم ہوگا اور ماقبل آخر مکسور ہوگا، جیسے: ''ضرب، اور اکرم''۔

(۲) شروع میں تاء زائدہ ہو، اس صورت میں پہلا اور دوسرا حرف مضموم ہوگا اور ماقبل آخر مکسور ہوگا،

جیسے: "تُفُضِّل اور تُضُورِبَ"۔

(۳) شروع میں ہمزہ وصلی ہوتو اس صورت میں پہلا اور تیسرا حرف مضموم ہوگا اور ماقبل آخر مکسور ہوگا،

جیسے: اُسْتُخْرِجَ اور اُقْتُدِرَ۔

ہمزہ وصلی حرف مضموم کے تابع ہوکر مضموم ہوتا ہے اگر وسط کلام میں واقع نہ ہو فعل مضارع مجہول کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) فعل مضارع باب مفاعلۃ یا افعال یا تفعیل یا فعللہ یا اس کے آٹھ ملحق ابواب میں سے ہو اور اجوف نہ ہو۔ اس صورت میں صرف ماقبل آخر مفتوح ہوگا، جیسے: یُحَاسِبُ سے یُحَاسَبُ اور یُدَحْرِجُ سے یُدَحْرَجُ۔

(۲) فعل مضارع مذکورہ ابواب کے علاوہ کا ہو اور اجوف نہ ہو اس صورت میں حرف مضارعت مضموم ہوگا اور ماقبل آخر مفتوح ہوگا، جیسے: یَضْرِبُ سے یُضْرَبُ اور یَسْتَخْرِجُ سے یُسْتَخْرَجُ۔

فائدہ

اجوف کی ماضی مجہول (خواہ اجوف واوی ہو یا اجوف یائی ہو) کو تین طرح پڑھنا جائز ہے۔

(۱) قیل اور بیع اصل میں بوع تھے پھر "واو" اور "یاء" کا کسرہ نقل کر کے ماقبل کو دے کر ماقبل کا ضمہ دور کر دیا گیا، پھر "قول" میں "معیاد" والا قانون جاری کر کے قِیْلَ اور بیع ہوئے، اور یہی افصح لغت ہے۔

(۲) اشمام، اشمام کا مطلب یہ ہے کہ "فا" کلمہ کے کسرہ کو ضمہ کی طرف مائل کر کے عین کلمہ (جو کہ یاء ہے) کو واو کی طرف کچھ مائل کرے۔

(۳) "واو" ساکنہ کے ساتھ پڑھنا، جیسے: قُوْل اور بُوْعَ۔

اسی طرح اجوف کے باب افتعال اور باب انفعال کی ماضی مجہول میں بھی یہی تین صورتیں ہوسکتی ہیں،

جیسے: اُختیر اور انقید۔

البتہ اجوف کے باب استفعال اور افعال کی ماضی مجہول میں یہ جاری نہیں ہوتے کیونکہ ان میں "فُعِلَ" کا وزن نہیں پایا جاتا، جیسے: اُسْتُخِیْرَ اور اُقِیْمَ۔

اوراجوف کے مضارع مجہول میں عین کلمہ الف سے بدل جاتا ہے خواہ عین کلمہ واو ہو، جیسے: یَقُوْل سے یُقَالُ یا عین کلمہ "یا" ہو، جیسے: "یبیع" سے "یُباع"۔

بحث پنجم در بیان اقسام فعل

خلاصہ

اس بحث میں تین باتیں ہیں: (۱) فعل کی دو قسمیں اور ہر ایک کی تعریف (۲) فعل متعدی کی چار اقسام (۳) فائدہ نحویہ کا بیان۔

تقسیمِ فعل باعتبار لزوم وتعدی کے

فعل کی دو قسمیں ہیں: فعل متعدی، فعل لازمی۔

فعل متعدی کی تعریف

وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا ایسے متعلق پر موقوف ہو جو فاعل کا غیر ہو اور متعلق سے مراد مفعول بہ ہے، جیسے: "ضَرَبَ"۔

فعل لازمی کی تعریف

وہ فعل ہے جس کے معنی کا سمجھنا صرف فاعل پر موقوف ہو، جیسے: "قَعَدَ اور قَامَ"۔

تقسیمِ فعل متعدی

فعل متعدی کی چار قسمیں ہیں:

(۱) ایک مفعول کی طرف متعدی ہو، جیسے: "ضرب زیدٌ عمراً"۔

(۲) دو ایسے مفعولوں کی طرف متعدی ہو، جن میں سے ایک پر اکتفا کرنا اور دوسرے کو حذف کرنا جائز ہو، جیسے: "اعطیت زیداً درهماً" یہاں "اعطیت زیداً" یا "اعطیت درهماً" کہنا بھی درست ہے۔

(۳) دو ایسے مفعولوں کی طرف متعدی ہو جن میں سے ایک پر اکتفا کرنا اور دوسرے کو حذف کرنا جائز نہ ہو، جیسے: "علمت زیداً فاضلاً"۔

(۴) تین مفعولوں کی طرف متعدی ہو، جیسے: ''اعلم اللّٰہ زیداً عمراً فاضلاً'' اوراسی قسم سے نبأ، انبأ، ''اریٰ'' ابنأ، نبأ، أخبر، خبرّ اور حدّث بھی ہیں۔

فائدہ

مذکورہ سات افعال کا پہلا مفعول آخری دونوں مفعولوں کے ساتھ ''باب اعطیت'' کے دومفعولوں کی طرح ہے، پس جس طرح ''باب اعطیت''میں سے ایک مفعول پراکتفاء کرنا جائز ہے اسی طرح اول اور آخری دو میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنا جائز ہے۔

اوران افعال کا دوسرا اور تیسرا مفعول آپس میں ایسے ہیں جیسے ''باب علمت'' کے دومفعول، یعنی عدم حذف میں مشابہہ ہیں۔

بحث ششم در بیان افعالِ قلوب

خلاصہ

یہ بحث تین باتوں پر مشتمل ہے (۱) افعال قلوب کی تعداد اوران کا عمل (۲) افعالِ قلوب کی چار خصوصیات (۳) فائدہ۔

افعال قلوب کی تعداد اوران کا عمل

افعال قلوب کل سات ہیں: علمت ، ظننت، حسبت، خلت، رأیت، وجدت اور زعمت۔
پہلے تین یقین کے لئے اوران کے بعد والے تین ظن کے لئے، جب کہ آخری دونوں معنی میں مشترک ہیں۔
یہ افعال مبتدا اور خبر داخل ہوکران کو بناء برمفعولیت کے نصب دیتے ہیں۔

افعال قلوب کی خصوصیات

(۱) ان افعال کے دومفعولوں میں سے ایک پر اکتفاء کرنا جائز نہیں، جب کہ ''باب اعطیت''میں جائز ہے، پس ''علمت زیداً'' (ایک مفعول پر اکتفاء کرتے ہوئے) کہنا درست نہیں۔

(۲) ان افعال کو لفظاً اور معنیً دونوں اعتبار سے باطل کرنا جائز ہے، جب کہ یہ دونوں مفعولوں کے

درمیان واقع ہوں، جیسے: ''زيدٌ ظننت قائمٌ'' یا دونوں مفعولوں کے بعد واقع ہوں، جیسے: ''زيدٌ قائمٌ ظننت'' بخلاف اور افعال کے۔

(۳) ان افعال میں تعلیق جائز ہے، تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ لفظاً عمل باطل ہو جائے لیکن معنیً باقی رہے جب کہ استفہام سے پہلے یہ افعال واقع ہوں، جیسے: ''علمت ازيدٌ عندك ام عمرو''۔ یا نفی سے پہلے واقع ہوں، جیسے: ''علمت مازيدٌ في الدار'' یا لام ابتداء سے پہلے واقع ہوں، جیسے: ''علمت لزيدٌ منطلقٌ''۔

مذکورہ بالا تینوں عبارتوں میں لفظاً تو عمل باطل ہو جاتا ہے، لیکن یہ معنی کے لحاظ سے دونوں ان افعال کے لئے مفعول بنتے ہیں۔

(۴) ان افعال میں یہ جائز ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول بہ اول دونوں ضمیر متصل ایک شئی کے لئے ہوں، جیسے: ''علمتني منطلقاً'' (میں نے اپنے آپ کو چلنے والا پایا) بخلاف اور افعال کے کہ یہ بات ان میں جائز نہیں۔

فائدہ

افعال قلوب دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے یہ صرف ایک مفعول کی طرف متعدی ہوتے ہیں، جیسے: ''ظننت زيداً''، بمعنی: ''اتهمت زيداً'' (میں نے زید پر تہمت لگائی) اسی طرح: ''علمت'' بمعنی ''عرفت'' اور ''رأيت'' بمعنی ''ابصرت'' اور ''وجدت'' بمعنی أصبت الضالة (میں نے گم شدہ چیز کو پالیا)

جو کہ یہ سارے معانی ایک مفعول کا تقاضا کرتے ہیں، اس لئے ایک ہی مفعول کی طرف متعدی ہوں گے اور اس وقت افعال قلوب میں سے نہیں ہوں گے۔

بحث ہفتم در بیان افعال ناقصہ

خلاصہ

اس بحث میں افعال ناقصہ کی تعریف اور ہر ایک کی تفصیل کا ذکر ہے۔

افعال ناقصہ کی تعریف

وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی صفت پر (جو ان کے مصدر والی صفت کے علاوہ ہو) ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہوں اور یہ کان ، صار .... الخ ہیں۔ یہ جملہ اسمیہ (مبتدا و خبر) پر داخل ہوتے ہیں تاکہ اپنے معنی کا اثر جملہ اسمیہ کی نسبت کو دے دیں، پس (مبتدا) کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں، جیسے: ''کان زیدٌ قائماً''۔

کان: ''کان'' تین قسم پر ہے:

(۱) ناقصہ: وہ ہے جو اپنے فاعل کے لئے زمانہ ماضی میں اپنی خبر کے ثابت ہونے پر دلالت کرے، خواہ وہ ثبوت دائمی ہو، جیسے: ''کان اللّٰہ علیماً حکیماً'' یا منقطع ہو جیسے: ''کان زید شاباً'' (زید جوان تھا)

(۲) تامّہ: یہ ''ثبت'' اور ''حصل'' کے معنی میں ہے، نحو: ''کان القتال''، یعنی ''حصل القتال'' (لڑائی ہوئی)

(۳) زائدہ: وہ ہے جس کے حذف کر دینے سے جملے کے معنی میں تبدیلی نہ آئے، جیسے: شاعر کا قول ہے:

''جَیَادُ ابنِیْ أَبِیْ بَکْرٍ   عَلٰی کَانَ المُسَوَّمَۃِ العِرَابِ''

یعنی ''علی المسومۃ العراب''۔

ترجمہ: میرے بیٹے ابی بکر کے تیز رفتار گھوڑے جن عربی گھوڑوں پر عمدہ ہونے کے نشان لگائے گئے ہیں (فوقیت رکھتے ہیں)

موضع استشہاد

مذکورہ شعر میں ''کان'' زائدہ ہے، اس لئے کہ اگر اس کو گرا دیا جائے تو معنی میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

ترکیب

''جیاد''، مضاف ''ابنی'' مضاف الیہ مل کر مبدل منہ اور ''ابی بکر'' بدل، مبدل منہ مع بدل مضاف

الیہ،مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا''تسامی'' فعل بافاعل،''علی'' جارہ ''کان'' ''زائدہ'' اور''المسومۃ العراب'' موصوف صفت یہ دونوں مل کر مجرور حرف جارہ کے لئے حرف جارہ اپنے مجرور کے ساتھ مل کر''تسامی'' فعل سے متعلق ہوا،فعل فاعل اپنے متعلق کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ خبر،مبتدا اپنی خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ خبریہ۔

صار

یہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال کے لئے آتا ہے،جیسے:''صار زیدٌ غنیاً''، یعنی: ''انتقل زید من الفقر الی الغناء'' (زید حالت فقر سے حالت غناء کی طرف منتقل ہوا)

اصبح،امسیٰ،اضحیٰ:

(۱) یہ تینوں جملے کے مضمون کو اپنے اپنے وقت کے ساتھ ملانے کے لئے آتے ہیں،جیسے:''أصبح زیدٌ ذاکراً''(زید صبح کے وقت ذکر کرنے والا تھا)''أمسیٰ زید مسروراً'' (زید شام کو خوش ہوا)

(۲) اسی طرح یہ تینوں''صار'' کے معنی میں بھی آتے ہیں،جیسے:''اصبح زیدٌ غنیاً''،یعنی:''صار زیدٌ غنیاً''۔

(۳) یہ تامہ بھی آتے ہیں،اسی وقت اُصبح کے معنی ہوں گے،یعنی:''دخل فی الصباح'' (صبح کے وقت داخل ہوا) اور امسیٰ کے معنی''دخل فی المساء'' ہوں گے۔

ظل،بات:

یہ دونوں فعل مضمونِ جملہ کو اپنے اپنے اوقات یعنی دن اور رات کے ساتھ ملانے پر دلالت کرنے کے لئے آتے ہیں،جیسے:''ظل زیدٌ کاتباً'' اور کبھی''صار'' کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔

مازال،مافتیٔ،مابرح اور ماانفک

یہ چاروں افعال اپنی خبر کو اپنے فاعل کے لئے دائمی اور استمراری طور پر ثابت کرتے ہیں،جب سے فاعل اس خبر کو قبول کیا ہو،جیسے:''مازال امیراً'' (ہمیشہ سے زید امیر ہے) معنی یہ ہے کہ جب سے زید نے امارت کو قبول کیا ہے اس وقت سے زید کی امارت دائمی ہے۔

واضح رہے کہ حرف نفی ان چاروں افعال کو لازم ہے۔

مادام

یہ اس بات پر دلالت کے لئے آتا ہے کہ جب تک اس کے فاعل کے لئے اس کی خبر ہے اس وقت تک فلان چیز بھی ثابت ہے، جیسے: "أقوم مادام الأمير جالساً" (میں کھڑا رہوں گا جب تک امیر بیٹھنے والا ہے) یہاں کھڑے ہونے کی مدت کو امیر کے بیٹھنے تک موقت کیا گیا ہے۔

لیس

یہ زمانۂ حال میں مضمون جملہ کی نفی پر دلالت کرتا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مطلقاً نفی پر دلالت کرتا ہے ان افعال کے باقی احکام پہلے گزر چکے ہیں۔

بحث ہشتم در بیان افعالِ مقاربہ

خلاصہ

اس بحث میں افعال مقاربہ کو بیان کیا گیا ہے۔

افعال مقاربہ کی تعریف

وہ افعال ہیں جو خبر کو اپنے فاعل سے نزدیک کرنے پر دلالت کریں، اور یہ تین قسم پر ہیں:

پہلی قسم:

امید کے لئے ہے اور اس کے لئے ان افعال میں سے فعل "عسیٰ" ہے، اس فعل کے بارے میں چار باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) یہ فعل جامد ہے اس سے صرف فعل ماضی آتا ہے، باقی صیغے نہیں آتے۔

(۲) یہ عمل میں "کاد" کی طرح ہے، یعنی اسم کو رفع دیتا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے البتہ دونوں کی خبروں میں فرق یہ ہے کہ "عسیٰ" کی خبر فعل مضارع "أن" کے ساتھ آتی ہے، جب کہ "کاد" کی خبر بغیر "أن" کے آتی ہے، جیسے: "عسیٰ زيدٌ أن يقوم"۔

(۳) "عسیٰ" کی خبر کو "عسیٰ" کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے، جیسے: "عسیٰ أن يقوم زيدٌ" اس

صورت میں "عسی" تامہ ہے۔

(۴) کبھی کبھی "عسیٰ" کی خبر سے "أن" کو حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے: ''عسیٰ زیدٌ قوم''۔

دوسری قسم

حصول کے لئے ہے اور اس کے لئے ''کادَ'' استعمال ہوتا ہے یعنی اس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ خبر کا حصول فاعل کے لئے یقینی ہونے والا ہے اور اس کی خبر فعل مضارع بغیر "أن" کے آتی ہے، جیسے: ''کاد زیدٌ یقوم''۔ اور کبھی کبھی اس کی خبر پر "أن" داخل ہو جاتا ہے، جیسے: ''کاد زیدٌ قوم یقوم''۔

تیسری قسم

فعل میں شروع ہونے کے لئے ہے، یعنی متکلم کو امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ فاعل نے خبر کو حاصل کرنا شروع کر دیا ہے اور اس کے لئے "طفق" (بمعنی طفق) جعل (بمعنی طفیق) کرب اور أخذ افعال استعمال ہوتے ہیں۔

اور ان کا استعمال ''کادَ'' کے استعمال کی طرح ہے، جیسے: ''طفق زیدٌ یکتب'' (زید نے یقیناً لکھنا شروع کر دیا)

اسی طرح اس تیسری قسم میں سے ''أوشك'' فعل بھی ہے، اس کا استعمال عسیٰ اور کاد کی طرح ہے، جیسے: ''أوشك زیدٌ أن یقوم'' اور ''أوشك أن یقوم زیدٌ''۔

بحث نہم در بیان فعلِ تعجب

خلاصہ

اس بحث میں تین باتیں ہیں: (۱) فعل تعجب کی تعریف (۲) ان کے صیغے اور شرائط (۳) ایک قاعدہ نحویہ کا بیان۔

فعل تعجب کی تعریف

فعل تعجب وہ ہے جو انشاء وایجاد کے لئے وضع کیا گیا ہو، اور اس کے لئے دو صیغے استعمال ہوتے ہیں۔

(۱)ما أفعله جیسے"ما أحسن زیداً" (۲)افعل به، جیسے:"أحسن بزید"۔

فعل تعجب کے لئے شرائط

فعل تعجب کے لئے وہی شرائط ہیں جو اسم تفضیل میں ذکر ہوئے ہیں، یعنی ثلاثی مجرد کا باب ہو اور ایسا باب جو لون اور عیب سے خالی ہو۔

اسی طرح اگر ان ابواب سے فعل تعجب بنانا ہو، جن سے فعل تعجب کا وزن ممتنع ہے تو شدت، حسن، قبح وغیرہ سے فعل تعجب کے یہ صیغے لائے جائیں پھر ان کے بعد وہی ممتنع کا مصدر ذکر کر کے بناء بر مفعولیت نصب دیا جائے پس پہلے صیغہ میں کہا جائے گا، جیسے:"ما أشد استخراجاً" (کس چیز نے سخت کیا) جب کہ دوسرے صیغے میں یوں کہا جائے گا:"اشدد باستخراجه" (اس کا نکالنا صاحب شدت ہوا)

دونوں کا با محاورہ ترجمہ یہ بنتا ہے: اس کا نکالنا کیا ہی سخت ہے۔

قاعدہ

فعل تعجب کے دونوں صیغوں میں تقدیم و تاخیر کا تصرف جائز نہیں، یعنی پہلے صیغے میں مفعول بہ کو مقدم کرنا اور دوسرے صیغے میں جار مجرور کو مقدم کرنا جائز نہیں اور نہ عامل اور معمول کے درمیان فصل جائز ہے۔

البتہ امام مازنی کے نزدیک ظرف کے ساتھ فصل جائز ہے، جیسے:"ماأحسن اليوم زيداً"۔

بحث دہم در بیان افعالِ مدح وذم

خلاصہ

یہ بحث افعال مدح وذم کے بارے میں ہے اور درمیان میں ایک قاعدہ کا ذکر ہے۔

افعال مدح وذم کی تعریف

فعل مدح وذم وہ ہے جو انشاء مدح وذم کے لئے وضع کیا گیا ہو اور یہ چار ہیں: نعم اور حبذا مدح کے لئے آتے ہیں، جب کہ"بئس" اور"ساء"دونوں ذم کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

ہرایک کی تفصیل

(۱) نعم: یہ فعل مدح کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کے فاعل کی تین صورتیں ہیں:

۱) فاعل معرف باللام ہو، جیسے: ''نعم الرجل زیدٌ''۔

۲) فاعل معرف باللام کی طرف مضاف ہو، جیسے: ''نعم غلام الرجل زیدٌ''۔

۳) فاعل ضمیر مستتر ہو، اس وقت اس ضمیر مبہم کے لئے نکرہ منصوبہ تمیز لفظ "ما" ہوتی ہے۔ جیسے: ''فنعمّا ھی'' یعنی ''نعم شیأ ھی'' (وہ صدقات از روئے شئی ہونے کے اچھے ہیں)

مذکورہ عبارت میں زید کو مخصوص بالمدح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۲) حبّذا: دوسرا فعل مدح حبذا اور یہ ''حب'' فعل ''ذا'' فاعل سے مرکب ہے اور اس کا فاعل یہی ''ذا'' ہوتا ہے، جیسے: ''حبذا زیدٌ'' یہاں "ذا" فاعل اور "زید" مخصوص بالمدح ہے۔

قاعدہ

''حبّذا'' کے مخصوص بالمدح سے قبل یا اس کے بعد تمیز یا حال لانا جائز ہے اور یہ حال یا تمیز افراد، تثنیہ اور جمع، تذکیر و تانیث میں مخصوص بالمدح کے ساتھ موافق ہوگا۔

تمیز کی مثال، جیسے: ''حبّذا رجلاً زیدٌ'' اور ''حبّذا زیدٌ رجلاً''۔

حال کی مثال، جیسے: ''حبّذا راکباً زیدٌ'' اور ''حبذا زیدٌ راکباً''۔

(۳) بئس: یہ فعل ذم کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہ فاعل کی صورتوں کے اعتبار سے "نعم" کی طرح ہے، جیسے: ''بئس الرّجل عمروٌ بئس غلام الرجل عمروٌ اور بئس رجلاً عمروٌ''۔

(۴) ساء: یہ فعل ذم کا دوسرا فعل ہے، جو کہ تمام احکام میں "بئس" فعل کی طرح ہے، جیسے: ''ساء الرجل زیدٌ، ساء غلام الرجل زیدٌ، ساء رجلاً زیدٌ''۔

فعل کی فصل مکمل ہوگئی

والحمد للہ رب العالمین

فصل نہم دربیان حروف

یہ فصل حروف (خواہ عاملہ ہوں یاغیر عاملہ) کے بارے میں ہے جو کہ سترہ اقسام پر مشتمل ہے، حرف کی تعریف پہلے آچکی ہے۔

قسم اول دربیان حروف جارہ

خلاصہ

یہ قسم حروف جارہ کی تعریف اور معانی پر مشتمل ہے، جب کہ درمیان میں تین قواعد کا ذکر بھی ہے۔

حروف جارہ کی تعریف

وہ حروف ہیں جو فعل یا شبہ فعل یا معنی فعل کو اپنے مدخول کی طرف پہنچائیں۔

فعل کی مثال: ''مررت بزیدٍ'' (میں زید کے پاس گزرا)

شبہ فعل کی مثال: ''أنا مار بزید'' (میں زید کے پاس سے گزرنے والا ہوں)

معنی فعل کی مثال: ''هذا فی الدار أبوك'' (یہ تیرا باپ گھر میں ہے)

یہاں ''هذا'' اسم اشارہ میں ''أشیر'' فعل کا معنی پایا جارہا ہے معنی یہ ہوگا: ''أشیر أ باك فی الدار''۔

حروف جارہ کی تعداد

ان کی تعداد کل بیس ہیں۔

تفصیل

مِنْ:

یہ چار معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

(۱) ابتدائے غایت کے لئے اوراس کی علامت یہ ہے کہ اس کے مقابلے میں "الی" (جو انتہاء کے لئے آتا ہے) یا اس کے ہم معنی کا ذکر درست ہو، جیسے: "سرت من البصرۃ الی الکوفۃ"۔

(۲) تبیین کے لئے، یعنی ایک امر مبہم کو ظاہر کر دینا اور اس کی علامت یہ ہے کہ "من" کی جگہ "الذی" کا رکھنا صحیح ہو، جیسے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "فاجتنبوا الرجس من الأوثان" یعنی "الذی ھو الأوثان"۔

(۳) تبعیض کے لئے اور اس کی پہچان یہ ہے کہ لفظ "بعض" کو اس کی جگہ رکھنا صحیح ہو، جیسے: "أخذت من الدارھم"، أی بعض الدارھم۔

(۴) زائدہ ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے گرانے سے معنی فاسد نہ ہو، جیسے: "ما جاء نی من احدٍ"۔

واضح رہے کہ "من" کلام موجب (جس میں نفی، نہی، استفہام نہ ہو) میں زائد نہیں آتا یہ جمہور کا قول ہے البتہ کوفیین کے نزدیک کلام موجب میں بھی "من" زائدہ آسکتا ہے ان کی دلیل عرب کا یہ قول ہے: "قد کان من مطرٍ" (الآیۃ) (تحقیق بارش ہوئی) اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کرتے ہیں: "یغفر لکم من ذنوبکم"۔ (الآیۃ)

جمہور بصریین کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ عرب کے مذکورہ قول میں "من" زائدہ نہیں، بلکہ تبعیض کے لئے ہے، معنی یہ ہے کچھ بارش ہوئی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے مذکور قول میں "من" زائدہ نہیں، بلکہ تبعیض کے لئے ہے۔

اِلی:

(۱) کبھی انتہا غایت کے لئے آتا ہے اس کی مثال گزر چکی۔

(۲) "مع" کے معنی میں بھی آتا ہے، لیکن یہ استعمال کم ہے، جیسے اللہ کا قول ہے: "فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق أی: مع المرافق"۔

حتّٰی:

یہ مندرجہ ذیل معانی کے لئے آتا ہے:

(۱) ''الی'' کی طرح ہے، جیسے: ''نمت البارحة حتی الصباح'' (سوتا رہا میں گزشتہ رات صبح تک)

(۲) کثرت کے ساتھ ''مع'' کے معنی میں آتا ہے، جیسے: ''قدم الحاج حتی المشاۃ'' (حاجی آگئے پیدل چلنے والوں سمیت)

واضح رہے کہ ''حتّٰی'' اسم ظاہر ہی پر داخل ہوتا ہے، پس ''حتّاہ'' کہنا صحیح نہیں، اور یہی جمہور نحاۃ کا قول ہے، البتہ مبرد کے نزدیک اسم ضمیر پر بھی داخل ہوسکتا ہے، ان کی دلیل شاعر کا یہ قول ہے:

فَلَا وَاللّٰهِ لَا يَبْقَىٰ أُنَاسٌ فتًى حَتّاكَ يا ابنَ أَبِي زِيَادِ

شعر کا ترجمہ

اللہ کی قسم زمین پر کوئی انسان باقی نہیں رہے گا، اور نہ جوان یہاں تک کہ تو بھی اے عبداللہ بن ابی زیاد، مطلب یہ ہے کہ اے، ابن ابی زیاد تو بھی موت سے نہیں بچے گا لہٰذا تکبر اور غرور نہ کر۔

موضع استشہاد

مذکورہ شعر میں ''حتی'' جارہ ''ك'' پر داخل ہے، جمہور کی طرف سے جواب یہ ہے کہ یہ شاذ ہے۔

ترکیب

''لا'' زائدہ ''واللہ'' جار مجرور ''أقسم'' سے متعلق ہوکر جملہ فعلیہ قسم ''لا'' نافیہ، ''یبقی'' فعل ''اناس'' مبدل منہ ''فتی'' کے لئے، مبدل منہ بدل مل کر فاعل، فعل فاعل جملہ فعلیہ جواب قسم، قسم جوابِ قسم مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ اور ''یاابن زیاد'' پورا جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

فی:

یہ حرف مندرجہ ذیل معانی کے لئے آتا ہے۔

(۱) ظرفیۃ کے لئے، یعنی اس کا مابعد ماقبل کے لئے ظرف ہوگا، جیسے: ''فی الدار زیدٌ، الماء فی الکوز''۔

(۲) ''علی'' کے معنی میں آتا ہے لیکن ''بہت کم'' جیسے: ''ولأصلبنکم فی جذوع النخل'' (میں تم کو کھجور کی شاخوں پر ضرور بضرور سولی دوں گا)۔

الباء

اس کے چند معانی ہیں:

(۱) الصاق کے لئے، یعنی یہ اپنے مدخول کے ساتھ کسی شئی کے چمٹنے کا فائدہ دیتی ہے، جیسے: "مررت بزید"، معنی یہ ہے: "التحق مروری بموضعٍ یقرب منه زیدٌ" (میرا گزرنا متصل تھا اس جگہ کے ساتھ جس جگہ سے زید قریب ہے)

(۲) استعانۃ کے لئے، جیسے: کتبت بالقلم (لکھا میں نے قلم کی مدد سے)

(۳) تعلیل کے لئے، یعنی اس کا مدخول ماقبل کے لئے سبب اور علت ہوتا ہے، جیسے "انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل" (یقیناً تم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا، بچھڑے کو الٰہ بنانے کے سبب)

(۴) مصاحبت کے لئے، یعنی "مع" کے معنی میں، جیسے: "خرج زیدٌ بعشیرته" (زید اپنے قبیلے کے ساتھ نکلا)

(۵) مقابلہ کے لئے، جیسے: "بعتُ هذا بذاك" (میں نے اس کو اس کے مقابلے میں بیچا)

(۶) تعدیت کے لئے، یعنی فعل لازمی کو متعدی بنا دیتی ہے، جیسے: "ذهبت بزیدٍ" (میں زید کو لے گیا)

(۷) ظرفیت کے لئے، جیسے: "جلست بالمسجد"، یعنی فی المسجد۔

(۸) زائدہ بھی آتی ہے، سماعی بھی آتی ہے، قیاسی بھی۔

قیاسی کے لئے دو جگہیں ہیں:

۱) "ما" اور "لیس" کی خبر پر، جیسے: "مازیدٌ بقائم" اور "لیس زیدٌ بقائم"۔

۲) "هل" کے ذریعے استفہام کی صورت میں خبر پر بھی زائد ہوتی ہے، جیسے: "هل زیدٌ بقائم"۔

اور سماعاً کبھی مرفوع پر زائد آتی ہے، خواہ مرفوع مبتداء ہو، جیسے: "بحسبك درهم" أی: "حسبك درهم"۔

خواہ فاعل ہو، جیسے: "وکفی بالله شهیداً" أی: "کفی الله"۔

اور کبھی منصوب پر زائد آتی ہے، جیسے: "القی بیده"، یعنی "القی یده"۔

اللام

اس کے بھی چند معانی ہیں:

(۱) اختصاص کے لئے، جیسے: ''الجل للفرس'' (جل گھوڑے کے ساتھ مختص ہے) اسی طرح ''المال لزید'' (مال زید کے ساتھ مختص ہے)

(۲) تعلیل کے لئے، جیسے: ''ضربته للتادیب'' (میں نے اس کو ادب سکھانے کے لئے مارا)

(۳) زائدہ بھی آتا ہے جیسے اللہ کا فرمان ہے: ''ردف لکم'' أی ردفکم'' (وہ تمہارا ردیف ہوا یعنی تمہارے پیچھے ہوا)

(۴) کبھی ''لام'' ''عن'' کے معنی میں بھی آتا ہے، جب کہ قول یا اس کے مشتقات کے بعد واقع ہو، جیسے اللہ کا قول ہے: ''قال الذین کفروا للذین آمنوا لو کان خیراً ماسبقونا الیه'' یہاں للذین بمعنی ''عن الذین'' ہے۔

(۵) کبھی بمعنی ''واؤ'' قسمیہ کے آتا ہے، جب کہ جواب قسم ایسے اُمور عظام میں سے ہو جن سے تعجب کیا جاتا ہے، جیسے شاعر کا قول ہے:

لِلّٰهِ یَبْقیٰ عَلَی الْأَیَّامِ ذُوْحَیَدٍ   بِمُشْمَخِرٍّ اَلظَّیَانُ وَالآسُ

ترجمہ

اللہ کی قسم کہ زمانہ کے گزرنے پر سینگ والا پہاڑی بکرا ایسے اونچے پہاڑ میں باقی نہیں رہے گا، جس میں ظیان (خوشبودار گھاس، یعنی چنبیلی) اور آس (خاص درخت ہے) ہیں یعنی ہلاکت سے کوئی چیز بچ نہیں سکے گی۔

موضع استشہاد

مذکورہ شعر میں لام ''للّٰه'' میں بمعنی واو قسمیہ کے ہے، یعنی واللہ۔

ترکیب

''للّٰه'': جار مجرور متعلق بہ ''اقسم''، قسم اور ''یبقی'' سے پہلے لام محذوف ہے، یعنی ''لایبقی''، فعل ''علی

الایام'' بمعنی ''علی مرور الایام'' متعلق فعل ''ذو حَیَدِ'' فاعل ''بِمُشْمَخِرٍ'' جار مجرور متعلق بفعل اور ''به الظیان والآس'' خبر مقدم اور مبتدا مؤخر مل کر صفت مشمخر کے لئے باقی ظاہر ہے۔

رُبَّ

یہ انشاء تقلیل کے لئے آتا ہے، جس طرح ''کم'' خبر یہ انشاء تکثیر کے لئے آتا ہے۔

اس کے بارے میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) یہ صدارتِ کلام کا تقاضا کرتا ہے۔

(۲) یہ ایسے نکرہ پر داخل ہوتا ہے جو موصوف ہو، جیسے: ''رب رجل کریم لقیته'' یا ایسی ضمیر مبہم مفرد مذکر پر داخل ہوتا ہے جس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ساتھ آئی ہے۔

جیسے: ''ربه رجلا، ربه رجلین، ربه رجالًا'' اور ''ربه امرأة'' بصریین کے نزدیک ہر صورت میں یہ ضمیر مفرد مذکر ہوگی، البتہ کوفیین کے نزدیک ضمیر مبہم اور تمیز کے درمیان مطابقت ضروری ہے۔

(۳) کبھی کبھی ''ما'' کافہ، رب، کو لاحق ہوتا ہے، اس کا فعل ماضی ہونا ضروری ہے وجہ یہ ہے کہ ''رب'' تقلیل واقعی کے لئے آتا ہے اور یہ فعل ماضی ہی میں ہو سکتی ہے اور یہ فعل اکثر محذوف رہتا ہے، جیسے: کسی نے کہا: ''هل لقیت من اکرمك'' (کیا تو نے اس شخص سے ملاقات کی ہے جس نے تیرا اکرام کیا ہے) اور آپ جواب میں کہے ''رب رجل اکرمنی'' یعنی ''رب رجل اکرمنی لقیته''۔

پس یہاں ''اکرمنی'' جملہ رجل کے لئے صفت ہے اور ''لقیته'' رب کا فعل ہے جو کہ محذوف ہے۔

واوِ رُبَّ

یہ وہ ''واو'' ہے جس سے کلام شروع کیا جائے، جیسے شاعر کا قول ہے

وَبَلْدَةٍ لَیْسَ بِهَا اَنِیْسٌ إلاّ الیَعَافِیرُ وإلاّ العِیْسُ

ترجمہ

میں نے بہت سے ایسے مقامات طے کئے جہاں یعافیر (مٹیالے رنگ کے ہرن) اور عیس (سفید بالوں والے اونٹ) کے سواء کوئی انیس (مددگار) نہیں ملا، یعنی میرا سامنا کوئی نہیں کرسکتا کیونکہ میں نے بہت

سے ایسے مقامات بھی طے کئے ہیں کہ جہاں ''یعافیر'' اور ''عیس'' کے علاوہ کوئی مددگار نہیں ملا۔

موضع استشہاد

مذکورہ شعر میں "وبلدة" میں واو بمعنی رُبَّ کے ہے یعنی: رب بلدة .... الخ۔

ترکیب

"واو" بمعنی رب جارہ، "بلدةٍ" مجرور موصوف ''لیس" فعل ناقص "بها" خبر مقدم "انیس" مستثنیٰ منہ "الا" حرف استثناء "العیافیر" معطوف علیہ "واو" عاطفہ "الا" زائدہ "العیس" معطوف، معطوف علیہ معطوف مل کر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اسم مؤخر، فعل ناقص اپنے اسم وخبر کے ساتھ مل کر صفت، موصوف صفت مل کر مجرور ہوا جارہ کے لئے: جار مجرور، فعل محذوف "وطیت" کے ساتھ متعلق ہوئے، فعل فاعل اپنے متعلق کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔

واو قسم

یہ اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہے، جیسے: ''والله والرحمن، لأضربن"، پس "وك" کہنا درست نہیں۔

تاء قسم

یہ لفظ "الله" کے ساتھ مختص ہے پس ''تالرحمن" کہنا صحیح نہیں ہوگا، اور عرب کا قول "ترب الكعبة" (رب کعبہ کی قسم ہے) شاذ ہے۔

قاعدہ اولیٰ

قسم کے لئے جوابِ قسم کا ہونا ضروری ہے جس کو مقسم علیہا سے تعبیر کیا جاتا ہے جواب قسم کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) جوابِ قسم جملہ مثبتہ ہو تو اس پر لام تاکید کو داخل کرنا واجب ہے، خواہ جملہ اسمیہ ہو، جیسے: ''والله لزيدٌ قائمٌ"، خواہ جملہ فعلیہ ہو، جیسے ''والله لأفعلن كذا"۔

اور جملہ اسمیہ پر "ان" کو داخل کرنا لازمی ہے، ''والله ان زيداً لقائم"۔

(۲) جوابِ قسم جملہ منفیہ ہو تو اس صورت میں "ما" یا "لا" کو داخل کرنا واجب ہے۔

جیسے:"واللہ مازیدٌ لقائمٌ، واللہ لایقوم زیدٌ"۔

مذکورہ قاعدہ نقشہ کی صورت میں
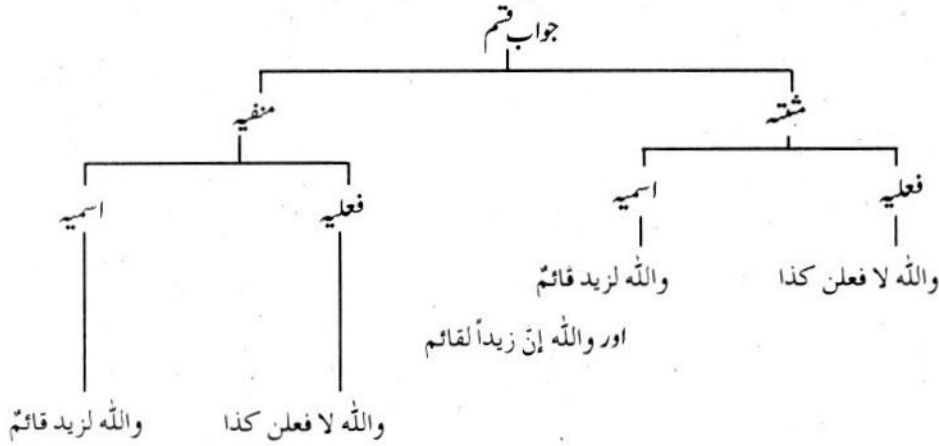
قاعدہ ثانیہ

کبھی کبھی حرف نفی کو جواب قسم سے حذف کردیا جاتا ہے، جب کہ التباس لازم نہ آتا ہو، جیسے "تاللہ تفتؤ تذکر یوسف" اصل میں "لا تفتؤ" ہے، یہاں التباس اس لئے نہیں کہ جب جوابِ قسم قسم مثبت ہو، لام تاکید لایا جاتا ہے حالانکہ یہاں نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ جواب قسم منفی ہے، مثبت نہیں۔

قاعدہ ثالثہ

کبھی کبھی جوابِ قسم کو حذف کردیا جاتا ہے، بشرطیکہ اس سے پہلے ایسا جملہ ہو جو جوابِ قسم پر دلالت کررہا ہو، جیسے:"زیدٌ قائمٌ واللہ'' اصل عبارت یہ ہے"واللہ لزید قائمٌ" یہاں جواب قسم محذوف ہے، کیونکہ قسم سے پہلے ایسا جملہ موجود ہے جو اس پر دلالت کررہا ہے۔

یا قسم دال بر جوابِ قسم کے دونوں جزئین کے درمیان واقع ہو تو بھی جواب قسم حذف کردیا جاتا ہے، جیسے:"زیدٌ واللہ قائمٌ" اصل عبارت ہے:"واللہ لزیدٌ قائم"۔

عَنْ

یہ تجاوز کے معنی میں آتا ہے، جیسے:"رمیتُ السھم عن القوس الی الصید" (میں نے تیر کو کمان

سے شکار کی طرف پھینکا) اس کے اور بھی بہت معانی آتے ہیں۔

علیٰ

یہ استعلاء (بلندی) کے لئے آتا ہے، جیسے: "زیدٌ علی السطح" (زید چھت پر ہے)

فائدہ

کبھی کبھی "عن" اور "علی" دونوں اسم بھی آسکتے ہیں جب کہ ان پر "مِن" جارہ داخل ہو، جیسے: "جلست من عن یمینه" أی من جانب یمینه (میں بیٹھا اس کی داہنی جانب سے) اور "نزلت مِن علی الفرس"، أی من فوق الفرس (میں گھوڑے کے اوپر سے اترا)

کاف

(۱) یہ تشبیہ کے لئے آتا ہے، جیسے: "زیدٌ کعمرو"۔
(۲) کبھی کبھی زائدہ بھی آتا ہے، جیسے: "لیس کمثله شئٌ" (اس کی مثل کوئی چیز نہیں)
(۳) کبھی کاف اسمیہ بھی آتا ہے، جیسے شاعر کا قول ہے

یضحکن عن کالبرد المنهم

ترجمہ

وہ عورتیں ان دانتوں سے ہنستی ہیں جو پگھلے والے کی مثل ہیں۔

موضع استشہاد

مذکور شعر میں "کالبرد" میں کاف اسمی بمعنی مثل کے ہے۔

ترکیب

"یضحکن" فعل فاعل "عن"، جارہ، "کاف"، بمعنی مثل مضاف، "البرد"، موصوف، "المنهم"، صفت، موصوف صفت مضاف، مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور متعلق بفعل ہوئے۔

مذ، منذ

یہ دونوں زمان کے لئے آتے ہیں۔

یہ دونوں زمانۂ ماضی میں فعل کی ابتداء کے لئے آتے ہیں، جیسے آپ شعبان میں کہے "مـا رأيتـهُ مُذ رجب" (یعنی میرے نہ دیکھنے کے زمانے کی ابتداء رجب مہینہ ہے)

جب کہ زمانہ حاضر میں ظرفیت کے لئے استعمال ہوتے ہیں، جیسے: ''ما رأيته مذ شهرنا'' أي: في شهرنا أو منذيومنا، أي: في يومنا۔

یعنی میرے اس کو نہ دیکھنے کا پورا زمانہ یہی موجودہ مہینہ یا موجودہ دن ہے۔ باقی تین یعنی: خلا، عدا اور حاشا استثناء کے لئے آتے ہیں، جیسے: ''جاء ني القوم خلا زيدٍ، وحاشا عمروٍ، وعدا بكرٍ''۔

قسم دوم در بیان حروفِ مشبہ بالفعل

خلاصہ

اس قسم میں حروف مشبہ بالفعل کا ذکر ہے جو فوائد اور قواعد کی شکل میں ذکر ہوں گے۔

حروف مشبہ بالفعل کی تعداد اور عمل

حروف مشبہ بالفعل کل چھ ہیں: إنّ، أن، كأنّ، لكنّ، ليت اور لعلّ۔

یہ حروف مبتدا اور خبر (جملہ اسمیہ) پر داخل ہوکر مبتدا کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں، جیسے: ''ان زيداً قائمٌ''۔

فائدہ اولیٰ

کبھی کبھی ان حروف کو ''ما'' کافہ لاحق ہوجاتا ہے پس وہ ان کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے، اس وقت یہ جملہ فعلیہ پر بھی داخل ہوجاتے ہیں، جیسے: ''انما قام زيدٌ''۔

فائدہ ثانیہ

''إنّ'' اور''أنّ'' کے درمیان فرق یہ ہے کہ إن مکسورۃ الھمزۃ مضمون جملہ کو بدلتا نہیں بلکہ اس میں تاکید پیدا کرتا ہے اور أن مفتوحۃ الھمزۃ اپنے مابعد اسم وخبر سے مل کر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اور جملہ کو مفرد کے حکم میں کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خبر کا مصدر نکال اسم کی طرف مضاف کر دیا جائے جیسے:''بلغنی أنّ زیداً قائمٌ'' یعنی''بلغنی قیام زیدٍ''۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں جملے کی ضرورت ہو تو وہاں إن مکسورۃ الھمزۃ لایا جاتا ہے اور جہاں مفرد کی ضرورت ہو تو وہاں ''أنّ مفتوحۃ الھمزۃ'' لایا جاتا ہے۔

إنّ کے مقامات

مندرجہ ذیل مقامات میں ''إنّ'' آتا ہے:

(۱) ابتداء کلام میں واقع ہو، جیسے:''إن زیداً قائم''۔

(۲) قول اور اس کے مشتقات کے بعد، جیسے:''یقول إنھا بقرۃ''۔ (الآیۃ)

(۳) موصول کے لئے صلہ واقع ہو، جیسے:''ما رأیت الذی إنہ فی المسجد''۔

(۴) جب''إن'' کی خبر پر لام تاکید داخل ہو، جیسے:''إنّ زیداً لقائم''۔

أنّ کے مقامات

مندرجہ ذیل مقامات میں ''أنّ'' پڑھا جاتا ہے۔

(۱) إن اپنے مدخول کے ساتھ مل کر فاعل واقع ہو، جیسے:''بلغنی أن زیداً قائم''۔

(۲) مفعول بہ واقع ہو، جیسے:''کرھت أنك قائمٌ''۔

(۳) مبتدا واقع ہو، جیسے: عندی أنك قائم

خبر مقدم مبتدا موخر

(۴) مضاف الیہ واقع ہو، جیسے:''عجبت من طول أن بکراً قائم''، یعنی''من طول قیام زیدٍ''۔

(۵) کلمہ''لو'' کے بعد واقع ہو، جیسے:''لو انك عندنا لأکرمتك''۔

(۶) کلمہ ''لولا'' کے بعد واقع ہو، جیسے: ''لولا أنه حاضرٌ لغاب زيدٌ''۔

قاعدہ اولیٰ

اگر ''إن'' مکسورہ کے اسم پر عطف ڈالنا ہو، تو اس میں دو وجہیں جائز ہیں:

(۱) رفع: بنا بر محلّیت کیونکہ ''إن'' کا اسم باعتبار محل کے مبتدا ہوتا ہے۔ (۲) نصب بناء بر لفظ: کیونکہ ''إن'' کا اسم لفظاً منصوب ہوتا ہے جیسے: ''إن زيداً قائم وعمرو'' مثال مذکورہ میں ''عمرو'' کو مرفوع اور منصوب دونوں پڑھنا جائز ہے۔

قاعدہ ثانیہ

''إن مكسورة الهمزة'' کی خبر پر لام کا داخل کرنا جائز ہے، جو جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے بخلاف ''أن مفتوحة الهمزة'' کے وہ اپنے مدخول کو مفرد کی تاویل میں کر دیتا ہے۔

قاعدہ ثالثہ

''إن مكسورة الهمزة'' میں تخفیف کی جاتی ہے جس کو ''مخففه عن المثقلة'' سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس وقت اس کی خبر پر لام تاکید کا لانا ضروری ہے۔

تخفیف کے بعد اعمال (دینا عمل) اور الغاء (عمل باطل کر دینا) دونوں جائز ہیں، ان مخففہ عاملہ کی مثال: ''وإن كلا لمّا ليوفينهم'' (الآية)۔

ان مخففہ غیر عاملہ کی مثال: ''وإن كلٌّ جميع لدينا محضرون''۔ (الآية)

اسی طرح ''إن'' میں تخفیف کے بعد یہ ایسے افعال پر بھی داخل ہو سکتا ہے۔ جو افعال مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں، جیسے: ''إن كنت من قبله لمن الغافلين''، ''إن نظنك لمن الكذبين'' (الآية)۔

قاعدہ رابعہ

''أن '' مفتوحه الهمزة'' میں بھی تخفیف کی جاتی ہے، اس وقت ضمیر شان میں اس کا عمل کرنا واجب ہے، پس وہ ضمیر شان اس کے لئے اسم ہوگی اور بعد والا اس کے لئے خبر ہوگا، اس وقت یہ دونوں جملوں (جملہ اسمیہ اور فعلیہ) پر داخل ہوتا ہے، لیکن یاد رکھیے کہ ''أن'' مخففہ اور اس کے مابعد والے فعل کے درمیان ''سين'' یا

"سوف" یا "قد" یا حرف نفی لانا واجب ہے، جیسے: "علم أن سيكون منكم مرضى" یعنی علم أنه سيكون .... الخ۔

کأنّ

حروف مشبہ بالفعل کا تیسرا حرف "کانّ" ہے، جو کہ تشبیہ کے لئے آتا ہے، جیسے: کأنّ زیداً الأسد" اور یہ لفظ "کاف تشبیہ" اور "إن" سے مرکب ہے۔

چونکہ کاف تشبیہ جارہ اس پر داخل ہو جاتا ہے اس لئے "أن" مفتوحہ الهمزة پڑھا جاتا ہے کیونکہ مذکورہ مثال کی تقدیر عبارت ہے، "إن زيداً کالأسد" جمہور نحاۃ کے نزدیک یہ مستقل حرف ہے، مرکب نہیں۔

کبھی کبھی "کأن" میں بھی تخفیف کی جاتی ہے اس وقت اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے، جیسے: "کأن زیدٌ أسدٌ

لکنّ

یہ حروف مشبہ بالفعل کا چوتھا حرف ہے جو کہ استدراک کے لئے آتا ہے، استدراک کا مطلب یہ ہے کہ سابقہ جملہ سے جو وہم پیدا ہو، اس کو دور کرے، اسی وجہ سے یہ ایسے دو کلاموں کے درمیان آئے گا جو معنی کے اعتبار سے متغائر ہوں۔

خواہ تغائر لفظی بھی ساتھ ہو، جیسے: "ماجاء نی القوم لکن عمرا جاء"۔

یہاں پہلا جملہ منفی، جب کہ دوسرا جملہ مثبت ہے، لہٰذا تغائر لفظی اور معنوی دونوں ہے۔

یا فقط تغائر معنوی ہو، جیسے: "غاب زیدٌ لکن بکرا حاضر" مذکورہ مثال میں لفظی تغائر نہیں کیونکہ یہ دونوں مثبت ہیں، البتہ معنوی تغائر ہے، "لکن" کے ساتھ "واو" کو ذکر کرنا بھی جائز ہے، جیسے: "قام زیدٌ ولکن عمراً قاعدٌ"۔

اور کبھی کبھی اس میں تخفیف بھی کی جاتی ہے، اس وقت اس کا عمل باطل ہو جاتا ہے جیسے: "مشی زیدٌ لکن بکر عندنا"۔

لیت

پانچواں حرف "لیت" ہے جو کہ تمنی کے لئے آتا ہے، جیسے: "لیت زیداً عندنا" (کاش کہ زید

ہمارے پاس ہوتا)

امام فراء دونوں جزءوں کو منصوب پڑھنے کے قائل ہیں، کیونکہ "لیت" بمعنی "اتمنی" کے ہے اور یہ صیغہ واحد متکلم کا ہے، جیسے: "لیت زیداً قائماً" لہٰذا "زید" مفعول اول ہے جب کہ "قائماً" مفعول ثانی ہوگا۔

لعلّ

یہ حروف مشبہ بالفعل میں سے چھٹا حرف ہے، جو کہ ترجی (امید) کے لئے آتا ہے، جیسے شاعر کا قول:

أُحِبُّ الصَّالِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحاً

ترجمہ

میں نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہوں حالانکہ میں ان میں سے نہیں شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے صلاحیت عطافرمائیں۔

موضع استشہاد

مذکورہ شعر "لعل" انشاء ترجی (امید کے لئے ہے)

ترکیب

"أحب" فعل بافاعل، الصالحین، ذوالحال اور "لست منھم" حال ذوالحال مل کر مفعول بہ، فعل بافاعل اور مفعول بہ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ "لعل"، حرف مشبہ بالفعل، "اللّٰہ"، لعل کا اسم، "یرزقنی صلاحاً" فعل فاعل اور اپنے دونوں مفعولین مل کر جملہ فعلیہ اس کی خبر، لعل اپنے اسم اور خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

واضح رہے کہ بعض نحاۃ نے "لعل" کو حروف جارہ میں سے شمار کیا ہے اور اس کے ذریعے مابعد کو جر دیا، جیسے: "لعل زیدٍ قائم" لیکن یہ قول شاذ ہے۔

فائدہ

مذکورہ لفظ "لعل" میں تقریباً دس لغات ہیں، صاحب ھدایۃ النحو نے صرف چھ کا ذکر کیا ہے اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

عَلَّ ، عَنَّ ، أَنَّ، لأَنَّ ، لَعَنَّ، لَعَلَّ

قسم سوم در بیان حروف عاطفہ

خلاصہ

ابتداء میں حروف عاطفہ کا اجمالی ذکر ہے، پھر بالترتیب ہر ایک کی تفصیل ذکر کی گئی ہے۔

حروف عاطفہ

حروف عاطفہ کل دس ہیں (۱) واو (۲) فا (۳) ثُم (۴) حتی (۵) اَو (۶) اِمّا (۷) اَمّا (۸) لا (۹) بل (۱۰) لکن۔

تفصیل

پہلے چار حروف (واو، فا، ثم اور حتی) تو جمع کے لئے آتے ہیں، یعنی معطوف اور معطوف علیہ کو ایک حکم میں جمع کرنے کے لئے آتے ہیں۔

مذکور اُمر (جمع کرنا) میں سب مشترک ہیں، البتہ ان کے درمیان فرق بھی ہے لہٰذا (۱) واو: مطلق جمع کے لئے آتا ہے، جیسے: "جاء نی زیدٌ وعمروٌ" مذکورہ مثال میں "واو" صرف جمع ہونے کا فائدہ دے رہا ہے، لہٰذا یہ بھی احتمال ہے کہ "عمرو" پہلے آیا ہو اور یہ بھی احتمال ہے "عمرو" بعد میں آیا ہے۔

(۲) فاء: یہ ترتیب کے لئے آتی ہے، بغیر مہلت اور تراخی کے پس "قام زیدٌ فعمرو" اسی وقت کہا جا سکتا ہے جب کہ "زیدٌ" عمرو سے پہلے آیا ہو اور ان دونوں کے درمیان کوئی مہلت بھی نہ ہو، یعنی جونہی زید کھڑا ہوا عمرو بھی ساتھ کھڑا ہوا۔

(۳) ثُم: یہ ترتیب کے لئے آتی ہے اور یہ ضروری ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مہلت ہو، پس "دخل زیدٌ ثم عمروٌ" اس وقت کہا جاتا ہے جب زید پہلے داخل ہوا ہو، اور کچھ دیر بعد عمرو داخل ہوا ہو۔

(۴) حتّٰی: یہ ترتیب اور مہلت میں "ثم" کی طرح ہے، البتہ اس کی مہلت "ثم" کی مہلت سے کم ہوتی ہے یہ "حتّٰی" عاطفہ تب ہوگا جب اس میں دو شرطیں موجود ہوں:

(۱)اس کا معطوف، معطوف علیہ میں داخل ہو۔

(۲)حتی معطوف میں قوۃ کا فائدہ دیتا ہو یا ضعف کا فائدہ دیتا ہو۔

قوۃ کا فائدہ دیتا ہو، اس کی مثال، جیسے:''مات الناس حتی الأنبیاء'' (لوگ مر گئے یہاں تک کہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی وفات پا گئے)

ضعف کا فائدہ دیتا ہو، اس کی مثال:''قدم الحاج حتی المشاۃ'' (حاجی آ گئے یہاں تک پیادے بھی آ گئے)

(۵) أو (۶) إمّا (۷) ام: یہ تینوں اس بات میں مشترک ہیں کہ تینوں دو چیزوں میں کسی ایک امر مبہم غیر معین چیز کے لئے حکم کو ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں، جیسے:''مررت برجلٍ أو امراۃ''۔

إمّا کا عاطفہ بننے کے لئے شرط

اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اس سے پہلے دوسرا''إمّا'' ہو، جیسے:''العدد إمّا زوج وإما فرد'' یہاں تو دوسرا''إما'' لانا واجب ہے، البتہ''أو'' سے پہلے''إما'' لانا جائز ہے، واجب نہیں، جیسے:''زیدٌ إما کاتبٌ أو أمّی''۔

فائدہ اولیٰ

''أم'' دو قسم پر ہے: متصلہ، منقطعہ

أم متصلہ

وہ ہے جس کے ذریعے دو امروں میں سے کسی ایک کی تعیین کے بارے میں سوال کیا جائے اور سائل ان دو میں سے ایک مبہم غیر معین کے ثبوت کو جانتا ہو، بخلاف''أو'' اور''إما'' کے، کہ ان دو کے ذریعے سائل دو چیزوں میں کسی ایک کے ثبوت کو بالکل نہیں جانتا۔

أم متصلہ کے لئے شرائط

أم متصلہ کے استعمال کے لئے تین شرائط ہیں:

(۱)اس سے پہلے ہمزہ استفہام ہو، جیسے:''أزیدٌ عندك أم عمروٌ''۔

(۲) اس کے بعد وہ لفظ واقع ہو، جو اس لفظ کی مثل ہو جو ہمزۂ استفہام کے بعد واقع ہو، یعنی اگر ہمزہ کے بعد اسم ہو تو اس کے بعد بھی اسم ہو، جیسے گزر چکا اور اگر ہمزہ کے بعد فعل ہو، تو اس کے بعد بھی فعل ہو، جیسے: "أقام زيدٌ أم قعد" پس "أرأيت زيداً أم عمراً" کہنا درست نہیں ہوگا۔

(۳) امرین متساویین میں سے کوئی امر ثابت ہو اور سائل مخاطب سے تعیین کا سوال کر رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کا جواب تعیین کے ساتھ دینا واجب ہے نہ کہ "نعم" اور "لا" کے ساتھ۔

جب کہا جائے "أزيدٌ عندك أم عمروٌ" تو جواب ان دونوں میں سے کسی ایک کی تعیین کے ساتھ ہوگا، اور جب "أو" یا "إما" کے ذریعے سوال کیا جائے تو جواب "نعم" یا "لا" کے ذریعے دیا جائے گا۔

اُم منقطعہ: وہ ہے جو بمعنی "بل" اور ہمزہ کے ہوتا ہے اس کے ذریعے پہلے کلام سے اعراض کیا جاتا ہے، جیسا کہ آپ نے دور سے کوئی صورت دیکھی تو آپ نے یقین کر لیا اور کہا "إنها لإبلٌ" (یقیناً وہ اونٹ ہے)

پھر شک ہوا کہ وہ اونٹ نہیں بلکہ بکری ہے پس آپ نے کہا "أم هي شاةٌ" (بلکہ وہ بکری ہے) تو آپ نے پہلے کلام سے اعراض اور دوسرے سوال کی ابتداء کا قصد کیا یعنی "بل هي شاةٌ"۔

فائدہ ثانیہ

"ام" منقطعہ کے استعمال کی دو صورتیں ہیں:

(۱) خبر کے بعد آیا ہو، جیسا کہ مثال گزر چکی ہے۔

(۲) استفہام کے بعد آیا ہو، جب کہ متکلم کا ارادہ ہو کہ پہلے استفہام سے اعراض کرے اور "ام" منقطعہ کے مابعد کے متعلق سوال کرے، جیسے: "اعندك زيدٌ ام عمروٌ" یہاں پہلے زید کے بارے میں سوال کیا گیا ہے پھر اس سے اعراض کر کے عمرو کے موجود ہونے کے بارے میں سوال شروع کیا گیا ہے۔

(۸) لا (۹) بل (۱۰) لکن

یہ تینوں حروف دو چیزوں (معطوف اور معطوف علیہ) میں سے کسی ایک معین چیز کے لئے حکم کو ثابت کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔

فرق

ان تینوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ کلمہ ''لا'' معطوف سے اس حکم کی نفی کے لئے آتا ہے، جو معطوف علیہ کے لئے ثابت ہو، جیسے: "جاء نی زیدٌ لا عمرو" (آیا میرے پاس زید نہ کہ عمرو)

اور حرف ''بل'' معطوف علیہ سے اعراض اور معطوف کے لئے حکم ثابت کرنے کے لئے آتا ہو، جیسے: ''جاء نی زیدٌ بل عمرو"۔

یعنی ''بل جاء نی عمروٌ''، اسی طرح ''ما جاء بکرٌ بل خالدٌ'' کا معنی ہے ''بل ماجاء خالدٌ''

حرف "لکن "استدراک کے لئے آتا ہے یعنی سابقہ کلام سے جو وہم پیدا ہوا ہے اس کو دور کرنے کے لئے آتا ہے اور اس سے پہلے حرف نفی کا ہونا لازمی ہے۔

جیسے "ماجاء نی زیدٌ لکن عمروٌ جاء" یا اس کے بعد حرف نفی ہو، جیسے: "قام بکرٌ لکن خالدٌ لم یقم"۔

قسم چہارم در بیان حروف تنبیہ

خلاصہ

اس قسم میں حروف تنبیہ کی تعداد اور ہر ایک کی تعریف مثالوں کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔

حروف تنبیہ کی تعداد

حروف تنبیہ کل تین ہیں: ألا، أما اور ھا۔

تعریف

یہ ایسے حروف ہیں جو مخاطب کو خبردار کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں، تاکہ اس سے کلام کا کوئی حصہ فوت نہ ہو جائے۔

پس "ألا" اور "أما" دونوں جملہ ہی پر داخل ہوتے ہیں، خواہ جملہ اسمیہ ہو، جیسے: ''الا انھم ھم المفسدون"۔ (الآیۃ)

اسی طرح شاعر کا قول ہے:

أَمَا وَالَّذِیْ أَبْکٰی وَأَضْحَکَ وَالَّذِیْ أَمَاتَ وَأَحْیٰی وَالَّذِیْ أَمْرُهٗ الْاَمْرُ

ترجمہ

خبردار قسم ہے اس کی جو رُلاتا ہے اور ہنساتا ہے اور قسم اس کی جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور قسم ہے اس کی جس کا حکم حکم ہے۔

موضع استشہاد

مذکورہ شعر میں "أما" حرف تنبیہ جملہ اسمیہ پر داخل ہے، "الذی" اسم موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مقسم بہ ہے اور جواب قسم اگلے شعر میں مذکور ہے۔

ترکیب

"أما" حرف تنبیہ "واو" قسمیہ، "الذی" اسم موصول، "أبکی" معطوف علیہ، "اضحك"، جملہ معطوف، یہ دونوں صلہ اسم موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر معطوف علیہ اور "الذی أمات وأحیی" معطوف اول، والذی امره الأمر، معطوف ثانی، معطوف علیہ اپنے دونوں معطوفین سے مل کر مجرور ہوا جار کے لئے پھر جار مجرور، ظرف مستقر، اقسم، فعل محذوف کے ساتھ متعلق ہوا۔

فعل فاعل اپنے متعلقات کے ساتھ مل کر قسم اور جواب قسم اگلے شعر میں ہے، یا جملہ فعلیہ ہو، جیسے: "أما تفعل اور ألا تضرب"۔

ھا

حروف تنبیہ میں سے تیسرا حرف "ھا" ہے، جو جملہ اسمیہ پر بھی داخل ہوتا ہے، جیسے: "ھا زیدٌ قائمٌ" اور مفرد پر بھی داخل ہوتا ہے، جیسے: "ھذا" اور "ھؤلاء"۔

قسم پانچ دربیان حروفِ نداء

حروفِ نداء کل پانچ ہیں: یا، أیا، ھیا، أی، اور ھمزہ مفتوحۃ۔

أی اور ھمزہ مفتوحہ قریب کے لئے، أیا اور ھیا بعید کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔

اور "یا" قریب، بعید اور متوسط کے لئے استعمال ہوتا ہے، منادیٰ کے احکام منصوبات میں گزر چکے ہیں۔

قسم ششم در بیان حروفِ ایجاب

وہ حروف جن کے ذریعے جواب دیا جاتا ہے (جن کو حروف ایجاب کہا جاتا ہے) چھ ہیں:

نعم، بلیٰ، أجل، جیر، إن اور أی۔

نعم:

یہ کلمہ کلام سابق کو ثابت کرنے کے لئے آتا ہے خواہ کلام مثبت ہو یا منفی ہو، مثبت کی مثال: کسی نے پوچھا: "أجاء زیدٌ" اور آپ نے جواب میں کہا: "نعم" یعنی "جاء زیدٌ"۔

منفی کی مثال: کسی نے پوچھا: "أما جاء زیدٌ" اور جواب میں کہا جائے: "نعم"، یعنی "ما جاء زیدٌ"۔

بلیٰ:

یہ کلمہ اس چیز کو ثابت کرنے کے ساتھ مختص ہے جس کی نفی ہوئی ہو خواہ باعتبار استفہام کے نفی ہو، جیسے اللہ کا فرمان ہے: "أَلست بربکم قالوا بلیٰ" (الآیة) یا باعتبار خبر کے نفی ہو، جیسے کہا جائے: "لم یقم زیدٌ" اور جواب میں کہا جائے: "بلیٰ ای: قدقام"۔

إی

یہ حرف استفہام کے بعد اثبات کے لئے آتا ہے اور اس کو قسم لازم ہے جیسے کہا جائے: "ھل کان کذا" (کیا ایسا تھا) اور جواب میں کہا جائے: "إی واللّٰہ" (ہاں اللہ کی قسم) باقی تین حروف (أجل، جیر، إن) خبر کی تصدیق کے لئے آتے ہیں خواہ مثبت ہو یا منفی ہو، جیسے کہا جائے: "جاء زیدٌ" اور جواب میں کہا جائے: أجل، جیر یا إنّ، یعنی: "أُصدّقك فی هذا الخبر" (میں اس خبر میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں)

قسم ہفتم در بیان حروفِ زیادت

یہ قسم حروف زیادت کے بارے میں ہے اور یہ کل سات ہیں: إنْ، أنْ، ما، لا، من، باء اور لام۔

إنْ:

یہ حرف مندرجہ ذیل تین مقامات پر زائد آتا ہے:

(۱)"ما" نافیہ کے بعد واقع ہو، جیسے: "ما إن زيدٌ قائم"۔

(۲)"ما" مصدر کے ساتھ واقع ہو، جیسے: "انتظر ما إن يجلس الأمير" (انتظار کر امیر کے بیٹھنے تک)

(۳)"لمّا" کے ساتھ واقع ہو، جیسے: "لمّا إن جلست جسلتُ" (جس وقت تو بیٹھا میں بیٹھا)

أن:

یہ حرف مندرجہ ذیل دو مقامات پر زائد آتا ہے:

(۱)"لما" کے ساتھ واقع ہو، جیسے: "فلما أن جاء البشير"۔ (الآية)

(۲)قسم اور "لو" کے درمیان واقع ہو، جیسے: "واللہ أن لوقمت قمت"۔

ما:

یہ حرف جب کلمات شرطیہ یعنی: اذا، متیٰ، أی، أنی أین اور إنْ کے بعد واقع ہو تو زائد ہوتا ہے، جیسے: "إذا ماصمت صمت"، باقی اس پر قیاس کیا جائے

اسی طرح بعض حروف جارہ کے بعد بھی کلمہ "ما" زائد آتا ہے، مثلاً: باء جارہ کے بعد جیسے: "فبما رحمه من اللہ"۔ (الآية)

عَنْ جارہ کے بعد واقع ہو جیسے: "عمّا قليلٍ ليصبحن نادمين"۔ (الآية)

مِن جارہ کے بعد ہو، جیسے: "مما خطيئتِهم اغرقوا فادخلو ناراً"۔ (الآية)

کاف جارہ کے بعد ہو، جیسے: "زيدٌ صديقي كما أن عمرا أخي"۔

لا:

یہ حرف مندرجہ ذیل مقامات پر زائد آتا ہے:

(۱)واو عاطفہ کے بعد واقع ہو اور وہ واو عاطفہ نفی کے بعد واقع ہو، جیسے: "ماجاءني زيدٌ ولا عمروٌ"۔

(۲) أن صدریہ کے بعد واقع ہو، جیسے: "مامنعك أن لاتسجد"۔ (الآیة)

(۳) قسم سے پہلے واقع ہو، جیسے: "لا أقسم بھذا البلد" (الآیة) بمعنی "أقسم"۔

باقی تین حروف جارہ (من، باء اور لام) کی تفصیل حروف جارہ میں گزر چکی ہے۔

قسم ہشتم در بیان حرف تفسیر

تفسیر کے لئے دو حروف استعمال ہوتے ہیں: أی اور أنْ۔

(۱) أی: کی مثال، جیسے اللہ کا قول ہے: "واسئل القریة" (الآیة) أی، "أھل القریة"۔

گویا آپ نے اہل قریہ کے ذریعے القریۃ کی تفسیر کی۔

(۲) أن کے ذریعے اس فعل کی تفسیر کی جاتی ہے جو "قول" کے معنی میں ہو، جیسے اللہ کا فرمان ہے: "ونادینہ أن یا ابراھیم" (الآیة) چونکہ أن قول کی تفسیر نہیں کرتا ہے لہٰذا یہ نہیں کہا جائے گا "قلت لم أن اکتب" کیونکہ قلت خود لفظ قول ہے نہ کہ قول کا معنی ہے۔

قسم نہم در بیان حروف مصدریہ

یہ قسم حروف مصدریہ کے بارے میں ہے اور یہ کل تین ہیں: ما، أنْ، اور أنَّ یہ اپنے مدخول کو مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں، پہلے دو حروف جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر مصدر کے معنی میں کر دیتے ہیں، جیسے: "وضاقت علیھم الأرض بمارحبت" (الآیة) أی برحبھا دوسری مثال شاعر کا قول ہے

یَسرُّ المَرْءَ مَا ذھَبَ اللّیالِیُ:

وَکَانَ ذَھَابُھُنَّ له ذَھَاباً

ترجمہ

آدمی کو راتوں کا گزرنا خوش کرتا ہے حالانکہ راتوں کا گزرنا اُس کے لئے گزرنا ہے یعنی اس کو خوش نہیں ہونا چاہیے، اس لئے کہ یہ اس کی زندگی کا گزرنا اور ختم ہونا ہے۔

موضع استشهاد

مذکورہ شعر میں "ما" مصدر یہ فعل "ذھب" پر داخل ہے۔

ترکیب

''سُرَّ'' فعل، ''المرء'' مفعول بہ، ''ما'' مصدر یہ ''ذھب'' فعل، ''اللیالی'' فاعل، فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر بتاویل مصدر ہو کر فاعل ذو الحال، اور بعد میں آنے والا جملہ حال، باقی ظاہر ہے۔

ان مصدر یہ کی مثال: جیسے اللہ کا قول ہے: "فما کان جواب قومه الا ان قالوا" (الآية) ای "قولهم"۔

(۳) أنّ، یہ حرف جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر مصدر مفرد کی تاویل میں کرتا ہے، جیسے: ''علمت أنكَ قائم''، أی: قيامك۔

قسم دہم در بیان حروفِ تحضیض

حروف تحضیض چار ہیں: هلاّ، ألاّ، لولا اور لوما۔

یہ ہمیشہ کلام کے شروع میں آتے ہیں اور ان کا معنی فعل کے کرنے پر برانگیختہ (ابھارنا) کرنا ہوتا ہے، جس وقت مضارع پر داخل ہوں جیسے: ''هلا تاكل'' (تو کیوں نہیں کھاتا) اور جب یہ فعل ماضی پر داخل ہوں تو ان کا معنی فعل کے نہ کرنے پر ملامت کرنا ہوتا ہے، جیسے: ''هلا ضربت زيداً'' (تو نے زید کو کیوں نہیں مارا، یعنی زید کو مارتے) یہاں تحضیض صرف باعتبارِ مافات کے پائی جاتی ہے، یعنی یہ کام کرنا چاہیئے تھا۔

فائدہ اولیٰ

یہ حروف فعل ہی پر داخل ہوتے ہیں، جیسے مثالیں گزر چکیں، پس اگر ان میں سے کسی لفظ کے بعد اسم واقع ہو تو وہاں فعل مقدر مانا جائے گا، جیسے آپ اس شخص کو کہیں جس نے زید کے سوا ساری قوم کو مارا ہو، ''هلاّ زيدا''، یعنی ''هلا ضربت زيداً''۔

یہ تمام حروف دو جزؤں سے مرکب ہیں، جن کا دوسرا جزء حرف نفی ہے، جب کہ پہلا جزء ''لولا'' اور ''لوما'' میں حرف شرط اور هلاّ میں حرف استفہام اور ''الاّ'' حرف مصدر ہے۔

فائدہ ثانیہ

"لـولا" کا تخصیص کے علاوہ ایک اور معنی بھی ہے اور وہ معنی ہے پہلے جملہ کے پائے جانے کی وجہ سے دوسرے جملے کا منفی ہونا، جیسے:"لولا علی لهلك عمر" (یعنی اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہوجاتے) چونکہ پہلا جملہ موجود ہے یعنی علی موجود ہے تو دوسرا جملہ (عمر کا ہلاک ہونا) بھی منفی ہے، اس وقت "لولا" دو جملوں کی طرف محتاج ہوگا جن میں سے پہلا جملہ ہمیشہ کے لئے جملہ اسمیہ ہوگا۔

قسم یازدہم در بیان حرف توقع

حرف توقع ایک ہے یعنی "قد"

یہ حرف جب ماضی پر داخل ہوتو ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے، جیسے:"قد رکب الأمیر"، أی "قبیل هذا" (تحقیق امیر سوار ہوگیا یعنی اس وقت سے تھوڑا سا پہلے سوار ہوا) یہی وجہ ہے کہ اس کو حرف تقریب بھی کہا جاتا ہے اور اس وجہ سے یہ فعل ماضی کو لازم ہے تا کہ اس میں حال واقع ہونے کی صلاحیت رکھے۔

فائدہ اولیٰ

حرف "قد" کے اور بھی معانی ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں، ایک معنی وہ ہے جو ذکر ہوا:

(۲) کبھی "قد" تاکید کے لئے آتا ہے جب کہ ماضی سوال کے جواب میں واقع ہو جیسے کسی نے پوچھا "هل قام زیدٌ" اور آپ نے جواب دیا "قد قام" (یعنی تحقیق زید کھڑا ہے)

(۳) کبھی تقلیل کے لئے آتا ہے، جب کہ فعل مضارع پر داخل ہو، جیسے:"انّ الکذوب قد یصدق" (تحقیق جھوٹ بولنے والے کبھی سچ بولتا ہے) اور "ان الجواد قد یَبخلُ" (تحقیق سخی کبھی بخل کرتا ہے)

(۴) کبھی فعل مضارع پر داخل ہوکر تحقیق کے معنی دیتا ہے، جیسے اللہ کا قول ہے: قـد یـعـلـم اللّٰه المعوقین (الآیة) (تحقیق اللہ تعالیٰ روکنے والوں کو جانتا ہے)

فائدہ ثانیہ

حرف "قد" اور فعل کے درمیان قسم کے ذریعے فاصلہ لانا جائز ہے، جیسے: "قد واللّٰه احسنت"۔

فائدہ ثالثہ

کبھی ''قد'' کے فعل کو حذف کیا جاتا ہے، جب کہ قرینہ موجود ہو، جیسے شاعر کا قول ہے:

أَفِدَ التَّرَحُّلُ غَيْرَ أَنَّ رِكَابَنَا

لَمَّا تَزَلْ بِرِحَالِنَا وكأن قَدِنْ

ترجمہ

کوچ قریب ہوگیا، مگر ہماری سواری کے اونٹ کجاؤں کے ساتھ رہے (یعنی انہوں نے کوچ نہیں کیا) گویا کہ وہ سواریاں عنقریب زائل ہوجائیں گی (یعنی کوچ کر جائیں گی)

موضع استشہاد

موضع استشہاد مذکورہ شعر میں "قدن" ہے قد کا فعل محذوف ہے اصل عبارت یہ ہے: ''قد زالت''۔

ترکیب

''افد'' فعل ''الترحل'' مستثنیٰ منہ "غیر" حرف استثناء ''أن'' حرف حرف مشبہ بالفعل "رکابنا" مضاف مضاف علیہ اسم "أن" "لمّا" حرف جازمہ "تزل "فعل اس میں ضمیر "ھی" ذوالحال، ''برحالنا''، جار مجرور متعلق بہ تزل ''واؤ'' حالیہ، ''کأن قد زالت'' اصل میں ''کانھا قد زالت'' ہے۔ یہ پورا جملہ حال "ھی" ضمیر سے، ذوالحال اور حال مل کر فاعل، فعل اپنے فاعل اور متعلق سے مل کر جملہ فعلیہ "أنَ" کے لئے خبر، "أنّ" اپنے اسم اور خبر کے ساتھ مل کر بتاویل مفرد مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ اپنے مستثنیٰ سے مل کر فاعل "أفد" فعل کے لئے، فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔

قسم دوازدھم در بیان حرفا استفہام

استفہام کے لئے دو حرف استعمال ہوتے ہیں یعنی: "ھمزہ" اور "ھل"، یہ دونوں کلام کے شروع میں آتے ہیں اور جملہ پر داخل ہوتے ہیں، خواہ جملہ اسمیہ ہو، جیسے ''ازید قائم''، یا جملہ فعلیہ ہو، جیسے: ''ھل قام زیدٌ''، البتہ ان کا دخول جملہ فعلیہ پر بنسبت جملہ اسمیہ کے اکثر ہے، اس لئے کہ استفہام زیادہ تر فعل سے ہوا کرتا ہے۔

فائدہ

ہمزہ اور ھل کے درمیان فرق

ہمزہ کا استعمال بنسبت "ھل" کے زیادہ ہے، اس لئے چار مقامات ایسے ہیں جہاں ہمزہ تو آ سکتا ہے لیکن "ھل" کا استعمال صحیح نہیں۔

(۱) فعل کے ہوتے ہوئے ہمزہ اسم پر داخل ہو، جیسے: "أزيدا ضربت" لیکن "هل زيداً ضربت" کہنا صحیح نہیں ہے۔

(۲) استفہام انکاری میں ہمزہ لانا صحیح ہے، جب کہ "ھل" کا استعمال جائز نہیں ہے، پس "أتضرب زيداً وهو أخوك" (کیا تو زید کو مارتا ہے، حالانکہ وہ تیرا بھائی ہے) کہنا درست ہے اور "هل تضرب زيداً وهو أخوك" درست نہیں ہے۔

(۳) اُم متصلہ کے ساتھ ہمزہ استفہام کو لانا صحیح ہے، لیکن "ھل" کا لانا درست نہیں ہے، جیسے: "أزيد عندك ام عمرو"۔

(۴) اسی طرح حروف عاطفہ پر استفہام کا دخول تو جائز ہے، لیکن "ھل" کا دخول صحیح نہیں جیسے: "أومَن كان، أفمن كانَ اوراثم اذا ما وقع"۔

بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں "ھـــل" کا لانا جائز ہے اور ہمزہ کا لانا جائز نہیں ہے اسی کی طرف صاحب ھدایۃ النحو نے "وههنا بحث" میں اشارہ کیا ہے۔

قسم سیزدھم در بیان حروف شرط

خلاصہ

اس قسم میں حروف شرط کی تفصیل ذکر کی گئی ہے اس ضمن میں دو قواعد اور تین فوائد کو بھی ذکر کیا گیا ہے،

حروف شرط تین ہیں، اِنْ، لو اور امّا۔

یہ تینوں حروف کلام کے شروع میں آتے ہیں اور ہر ایک ان میں سے دو جملوں کا تقاضا کرتا ہے، خواہ دونوں جملے اسمیہ ہوں یا دونوں فعلیہ ہوں یا ایک فعلیہ ہو دوسرا اسمیہ ہو۔

تفصیل

إن:

یہ کلمہ زمانۂ استقبال کے لئے آتا ہے، اگر چہ فعل ماضی پر داخل ہو، جیسے:"إن زرتني اکرمتك" (اگر تو میری زیارت کرے گا تو میں تیرا اکرام کروں گا)

لو:

یہ کلمہ زمانۂ ماضی کے لئے آتا ہے، اگر چہ فعل مضارع پر داخل ہو، جیسے:"لو تزورني اکرمتك" (اگر تو میری زیارت کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا)

فائدہ اولیٰ

"إن" اور"لو" دونوں ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں، خواہ فعل لفظاً ہو جس کی مثال گزر چکی، یا فعل تقدیراً ہو، جیسے:"إن أنت زائري فأنا اکرمك" اصل عبارت ہے:"إن کنت زائري فأنا اکرمتك" (یعنی اگر تو میری زیارت کرنے والا ہوتا، تو میں تیرا اکرام کرتا)

فائدہ ثانیہ

کلمہ "إن" ان امور میں استعمال ہوتا ہے جن کے وجود اور عدم میں شک ہو یعنی یہ امور مشکوکہ میں استعمال ہوتا ہے، پس"اتیكَ ان طلعت الشمس" کہنا درست نہیں ہے، بلکہ یوں کہا جائے گا:"إذا طلعت الشمس" (یعنی میں تیرے پاس آؤں گا جب سورج طلوع ہوگا)

لو:

یہ کلمہ جملہ ثانیہ کی نفی کی وجہ سے جملہ اولیٰ کی نفی پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے، جیسے اللہ کا قول ہے:
"لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا" (اگر زمین وآسمان پر اللہ کے سوا کئی معبود ہوتے تو ضرور تباہ ہو جاتے)
یہاں دوسرا جملہ (فساد کا ہونا) منفی ہے، پہلے جملے (کئی معبود کا ہونا) کے منفی ہونے کی وجہ ہے۔

قاعدہ اولیٰ

جب کلام کے شروع میں قسم واقع ہو، اور شرط پر مقدم ہو تو حرف شرط کے بعد واقع ہونے والے فعل کا ماضی ہونا واجب ہے، خواہ ماضی لفظاً ہو، جیسے: ''واللہ إن اتینی لأکرمتك'' یا ماضی معنیً ہو، جیسے: ''واللہ ان لم تأتنی لأھجرتك'' (خدا کی قسم اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا، تو میں تجھ کو بے ہودہ الفاظ کہوں گا)

مذکورہ صورت میں جملہ ثانیہ لفظ کے اعتبار سے قسم کا جواب ہوگا، شرط کے لئے جزاء نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اس جملہ ثانیہ میں اس چیز کا ہونا واجب ہے، جو جواب قسم میں لائی جاتی ہے، مثلاً: لام تاکید وغیرہ۔

جیسے گزشتہ مثالوں سے ظاہر ہے۔

قاعدہ ثانیہ

اگر قسم کلام کے درمیان میں واقع ہو، اور اس سے پہلے شرط یا غیر شرط ہو تو اس صورت میں شرط کا اعتبار کر کے جملہ ثانیہ کو جزاء قرار دیا جائے، جیسے: ''ان تاتنی واللہ آتك'' اور یہ بھی جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کرتے ہوئے جواب قسم قرار دیا جائے، جیسے: ''إن تاتنی واللہ لأتینّك''۔

أمّا:

حروف شرط میں سے تیسرا حرف ''أمّا'' ہے۔

یہ کلمہ اس چیز کی تفصیل کرتا ہے جو پہلے اجمالی طور پر ذکر کی گئی ہو، جیسے: ''الناس سعید وشقی اما الذین سعدوا ففی الجنة، وأما الذین شقوا ففی النار۔

فائدہ ثالثہ

کلمہ ''أمّا'' میں تین باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

(۱) ''أما'' کے جواب پر ''فاء'' کا داخل کرنا۔

(۲) اول، ثانی کے لئے سبب ہو۔

(۳) جس فعل پر ''أما'' داخل ہو تو اس کا محذوف ہونا، باوجودیکہ شرط کے لئے فعل کا ہونا ضروری ہے تا کہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ مقصود ''اما'' کے ساتھ اس اسم پر حکم لگانا ہے جو اس کے بعد واقع ہے، جیسے: ''اما

زیدٌ فمنطلق"۔ تقدیر عبارت یہ ہے: "مھما یکن من شئی فزیدٌ منطلق"۔ پس فعل شرط اور اس کے متعلق جار مجرور کو حذف کر دیا گیا اور "اما" کو "مھما" کی جگہ ٹھہرادیا گیا تو "اما فزید منطلق" ہوگیا، پھر چونکہ حرف شرط کا دخول "فا" جزائیہ پر مناسب نہیں تھا اس لئے نحاۃ نے "فاء" جزائیہ کو جزء ثانی (منطلق) کی طرف نقل کر دیا اور فعل محذوف کے عوض میں "أما" اور "فاء" کے درمیان جزء اول رکھ دیا گیا پس "اما زیدٌ فمنطلق" بن گیا۔

پھر اگر یہ جزء اول مبتداء بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو یہ مبتدا ہوگا، جیسے گزر چکا۔

اور اگر نہ ہو تو اس کا عامل وہی ہوگا جو "فاء" جزائیہ کے بعد واقع ہو، جیسے: "أما یومَ الجمعة فزید منطلق"، پس "منطلق" عامل ہے اور یوم الجمعة اس کے لئے بنا بر ظرفیت منصوب معمول بنتا ہے۔

قسم چہاردھم در بیان حرف ردع

حرف ردع "کَلّا" ہے یہ لفظ متکلم کو زجر کرنے اور جس بات کا تکلم کرتا ہے اس سے روکنے کے لئے وضع کیا گیا ہے، یہ خبر کے بعد بھی آتا ہے، جیسے اللہ کا فرمان ہے: "وأما إذا ما ابتلٰه فقدر علیه رزقه، فیقول ربی اھانن کلا (الآیة)، أی لا یتکلم بھذا فإنه لیس کذلك"۔

(یعنی ہرگز وہ ایسا نہ کہے کیونکہ معاملہ اس طرح نہیں ہے)

اور کبھی کبھی امر کے بعد بھی آتا ہے، جیسے آپ کو کہا گیا: "اضرب زیداً" (زید کو مار) اور آپ جواب میں کہے: کَلّا، یعنی "لا افعل ھذا قط" (یعنی اس کام کو میں ہرگز نہیں کروں گا)

یہ کبھی کبھی "حقًا" کے معنی میں بھی آتا ہے، جیسے: "کلا سوف تعلمون" (حق بات ہے کہ عنقریب تم جان لوگے)

اس صورت میں بعض نحویوں کے ہاں اسم ہوگا اور مبنی اس لئے ہوگا کہ یہ "کَلّا" حروف کے ساتھ مشابہہ ہے۔

اور بعض نحویوں کے ہاں اسی صورت میں بھی حرف بمعنی "إنّ" کے تحقیق جملہ کے لئے ہوگا، جیسے قرآن میں ہے: "کلا إن الإنسان لَیطغیٰ" (الآیة) (تحقیق انسان سرکشی کرتا ہے) یہاں "کلا" إن کے معنی میں ہے۔

قسم پانزدھم در بیان تاءِ تانیث ساکنہ

خلاصہ

اس قسم میں تاء تانیث کی تعریف اور تین قواعد کا ذکر ہے۔

تاء تانیث ساکنہ کی تعریف

ایسی ''تاء'' ہے جو ماضی کے آخر میں لاحق ہوتی ہے تاکہ فعل کے مسند الیہ (فاعل اور نائب فاعل) کے مؤنث ہونے پر دلالت کرے، جیسے: ''ضربت ھندٌ''۔

باقی جہاں اس کا لحوق واجب ہے تو اس کی تفصیل فاعل کی بحث میں گزر چکی ہے۔

قاعدہ اولیٰ

جب تاء تانیث ساکنہ کے بعد کوئی حرف ساکن لاحق ہو جائے تو اس وقت تاء مذکورہ کو کسرہ کے ساتھ حرکت دینا واجب ہے، اس لئے کہ جب ساکن کو حرکت دی جاتی ہے تو اس کو حرکت کسرہ کی دی جاتی ہے، جیسے: ''قد قامتِ الصلوۃ''۔

قاعدہ ثانیہ

تاء تانیث ساکنہ کی حرکت عارضی ہوتی ہے اور عارضی حرکت نحویوں کے ہاں سکون شمار کیا جاتا ہے، لہٰذا حرکت دینے کی صورت میں بھی التقاء ساکنین والی علت موجود ہوگی، پس ''رَمَات المراءۃ'' کہنا درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس کی حرکت عارضی ہے جو التقاء ساکنین کو رفع کرنے کی وجہ سے واقع ہوگی، البتہ عرب کا یہ قول ''المراء تان رماتا'' (جو الف کے ساتھ ہے) شاذ ہے۔

قاعدہ ثالثہ

جب فعل کا فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کے ساتھ علامتِ تثنیہ اور جمع لانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اسم خود اپنے تثنیہ او جمع ہونے پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا اسم ظاہر فاعل ہوتے ہوئے فعل کو تثنیہ یا جمع لانا ضعیف ہے۔

پس ''قاما الزید ان''، ''قاموا لزیدون'' اور ''قمن النساء'' کہنا درست نہیں۔

ہاں اگر فعل کے ساتھ تثنیہ یا جمع کی علامت کو لاحق کر دیا جائے تو ضمیر نہیں ہوگی ، بلکہ یہ فاعل کے احوال پر دلالت کرنے کے لئے علامت ہوگی، جس طرح تائے تانیث ساکنہ فاعل کی تانیث پر دلالت کرنے کے لئے آتی ہے۔

قسم شانزدھم در بیانِ تنوین

خلاصہ

اس قسم میں تین باتیں ہیں: (۱) تنوین کی تعریف (۲) تنوین کی اقسام (۳) قاعدہ نحویہ کا بیان

تنوین کی تعریف

تنوین وہ نونِ ساکن ہے جو کلمہ کے آخر میں حرکت کے تابع ہو اور فعل کی تاکید کے لئے نہ ہو۔

تنوین کی اقسام

تنوین پانچ قسم پر ہے:

تنوین تمکن:

وہ ہے جو اسم کے متمکن (منصرف) ہونے پر دلالت کرے، جیسے: ''زیدٌ'' اور ''رجلٌ''۔

تنوین تنکیر:

وہ ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے، جیسے صَهٍ (تنوین کے ساتھ) کے معنی ہیں: ''أسكت سكوتاً مَا في وقت مَا'' (یعنی چپ رہ کچھ چپ رہنا کسی وقت میں) جبکہ ''صَهْ'' (سکون کے ساتھ) کے معنی ہیں ''اسكت السكوتَ الآن'' (یعنی: چپ رہ چپ رہنا اس وقت)

تنوین عوض:

وہ ہے جو مضاف الیہ کے عوض میں واقع ہو، جیسے: ''حينئذٍ'' اصل میں ''حين إذ كان كذا'' ہے، كان كذا مضاف الیہ کو حذف کر کے اس کے عوض میں تنوین لائی گئی۔

تنوین مقابلہ:

وہ ہے جوجمع مؤنث سالم کے آخر میں آتی ہےاور یہ تنوین اس نون کے مقابلہ میں ہوتی ہے جوجمع مذکر سالم میں ہوتا ہے، جیسے: مسلماتٍ یہ مذکورہ اقسام تو اسم کے ساتھ مختص ہیں باقی پانچویں قسم اسم اور فعل دونوں کو عام ہے۔

تنوین ترنم:

وہ ہے جو اشعار اور مصرعوں کے آخر میں (آواز کو خوبصورت کرنے کے لئے) لائی جاتی ہے، جیسے: شاعر کا قول ہے:

أَقِلِّيَ اللَّوْمَ عَاذِلَ وَالْعِتَابَنْ وَقُوْلِيْ إِنْ اصَبْتُ لَقَدْ اصَابَنْ

ترجمہ

اے ملامت کرنے والی عورت (عاذلہ) تو ملامت اور عتاب (ناراضگی) کو کم کر اور اگر میں صواب کو پہنچوں (اگر میں ٹھیک کام کروں) تو کہہ دیا کر کہ تحقیق وہ صواب کو پہنچا (یعنی ٹھیک کام کیا)

موضع استشہاد

مذکورہ شعر میں دوجگہ تنوین ترنم آگئی ہے، یعنی "العتابن" میں (جو اسم ہے) اور "أصابن" میں (جو فعل ہے)

ترکیب

"أقِلِّيَ" فعل امر، اس میں ضمیر فاعل، "اللوم" اور "العِتَابن" معطوف، معطوف علیہ مل کر مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ کے ساتھ مل کر جملہ انشائیہ معطوف علیہ، "عاذل" اصل میں "یاعادلة" ہے یہ جملہ انشائیہ ندائیہ ہوا اور "قولی" جملہ فعلیہ قول "إن اصبت" شرط اور "لقدأصابن" اصل عبارت ہے۔ "واللّٰہ قد أصابن" یہ مقولہ دال پر جزاء، باقی ظاہر ہے۔

دوسری مثال شاعر کا قول: "یاأبتا علك أو عساكن"، اصل میں ہے: "علّك تجد رزقا أو عساك تجده"۔ ترجمہ: اے میرے باپ امید ہے کہ آپ رزق پالیں گے یا عنقریب آپ پالیں گے۔

موضع استشہاد

مذکورہ شعر میں "عساكنْ" میں تنوین ترنم ہے۔

ترکیب

"یا" حرفِ نداء "أبتا" اصل میں "أبی" ہے، یہ پورا جملہ انشائیہ ہوا اور "علك تجد رزقاً" معطوف علیہ "او" عاطفہ "عساك تجده" معطوف، معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر جواب نداء ہوا، نداء اپنے جوابِ نداء کے ساتھ مل کر جملہ انشائیہ ندائیہ ہوا۔

قاعدہ

جب عَلَم لفظ "ابن" یا "ابنةٌ" کے ساتھ موصوف ہو اور لفظ "ابن" یا ابنة دوسرے عَلَم کی طرف مضاف ہو تو ایسے عَلَم سے تنوین کو کثرتِ استعمال کی وجہ سے گرایا جاتا ہے، جیسے: "ماجاء نی زیدُ بن عمرو، وهندُ ابنة بکر"۔

قسم ہفتدھم در میان نون تاکید

خلاصہ

یہ قسم نون تاکید کی تعریف، دو فوائد اور تین قواعد نحویہ پر مشتمل ہے۔

نون تاکید کی تعریف

نون تاکید وہ نون ہے جو امر یا مضارع کی تاکید کے لئے وضع کیا گیا ہو، جس میں طلب والا معنی پایا جائے، یہ نون تاکید لفظ "قد" کے مقابلے میں ہے، "قد" ماضی کی تاکید کے لئے آتا ہے، جب کہ یہ نون مضارع کی تاکید کے لئے آتا ہے۔

فائدہ اولیٰ

نون تاکید دو قسم پر ہے: نون خفیفہ اور نون ثقیلہ۔

خفیفہ ہمیشہ کے لئے ساکن ہوتا ہے، جیسے: "إضربن"، جب کہ ثقیلہ ہمیشہ کے لئے مشدّد مفتوح ہوتا

ہے، بشرطیکہ اس سے پہلے الف نہ ہو، جیسے: ''اضـــــربـــــن'' اور اگر اس سے پہلے الف ہو تو یہ مکسور ہوگا، جیسے ''اضربانِ'' اور ''اضربنان''۔

فائدہ ثانیہ

نونِ تاکید (خواہ خفیفہ ہو یا ثقلیہ) مندرجہ ذیل مقامات میں آتا ہے:

(۱) امر کے آخر میں، جیسے: ''اضربنُ'' اور ''اضربنّ''۔

(۲) نہی کے آخر میں، جیسے: ''لاتضربنُ'' اور ''لاتضربنّ''۔

(۳) استفہام کے آخر میں، جیسے: ''هل تضربنُ'' اور ''هل تضربنّ''۔

(۴) تمنی کے آخر میں، جیسے: ''ليتك تضربنُ'' اور ''ليتك تضربنّ''۔

(۵) عرض کے آخر میں، جیسے: ''الا تنزلنُ بنا فتصيب خيراً''۔

چونکہ نونِ تاکید طلبِ تاکید کے لئے آتا ہے اور مذکورہ پانچ مقامات میں طلب پائی جاتی ہے اس لئے یہاں نونِ تاکید کا لانا مناسب ہے۔

قاعدہ اولیٰ

کلام میں اگر جوابِ قسم مثبت واقع ہو، تو نون تاکید کو داخل کرنا واجب ہے۔

وجہ یہ ہے کہ قسم اس چیز پر کھائی جاتی ہے جو مطلوب ہو، تو نحویوں نے ارادہ کیا کہ جس طرح جوابِ قسم کا اول تاکید سے خالی نہیں، تو اسی طرح جوابِ قسم کا آخر بھی خالی نہ ہو، جیسے: ''واللّٰه لافعلن كذا''۔

قاعدہ ثانیہ

نونِ تاکید (خواہ ثقلیہ ہو یا خفیفہ) کا ماقبل یا مضموم ہوگا یا مکسور یا مفتوح ہوگا پس جمع مذکر (خواہ غائب ہو یا حاضر) میں نون تاکید سے پہلے ضمہ ہوگا، تاکہ التقاء ساکنین کی وجہ سے گرنے والے ''واؤ'' پر دلالت کرے، جیسے: ''اضـــربُـنّ'' اور واحدہ مؤنثہ مخاطبہ میں نون تاکید سے پہلے کسرہ ہوگا تاکہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے، جو التقاء ساکنین کی وجہ سے گری ہے، جیسے: ''اضربنّ''۔

اور مذکورہ صیغوں کے علاوہ اور صیغوں میں نونِ تاکید کا ماقبل مفتوح ہوگا، اس لئے کہ اگر ضمہ دیا جائے تو

جمع مذکر کے ساتھ التباس آئے گا، اور کسرہ دینے کی صورت میں مؤنثہ مخاطبہ کے ساتھ التباس آتا ہے۔

اور تثنیہ اور جمع مؤنث میں نونِ تاکید کے ماقبل کو اس لئے فتحہ دیا جاتا ہے کہ نونِ تاکید سے پہلے الف ہے اور الف فتحہ کے حکم میں ہوتا ہے، کیونکہ الف دو فتحوں سے بنتا ہے، جیسے: ''اضربانّ'' اور ''اضربنانّ''۔

واضح رہے کہ جمع مؤنث میں نون تاکید سے پہلے الف اس لئے بڑھایا جاتا ہے تاکہ تین نونات (ایک نون ضمیر اور دو نون تاکید) جمع نہ ہوں، کیونکہ ان کا جمع ہونا کلام عرب میں مکروہ ہے۔

قاعدہ ثالثہ

نون خفیفہ تثنیہ (خواہ مذکر ہو یا مؤنث) اور صیغہ جمع مؤنث پر بالکل داخل نہیں ہوتا، اس لئے کہ اگر نون کو حرکت دی جائے تو خفیفہ باقی نہیں رہتا اور اگر اپنی اصل پر چھوڑ دیا جائے تو التقاء ساکنین علی غیر حدہ (ایک الف ساکن اور دوسرا نون ساکن) لازم آتا ہے، جو کہ ناجائز ہے۔

☆......☆......☆